جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سیّد رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

بہترین دن، بہترین مہینے، بہترین اعمال

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے پُوچھا گیا بہترین دن کون سا ہے۔ بہترین مہینہ کون سا ہے اور بہترین عمل کیا ہے ؟

آپ نے جواب دیا بہترین دِن تو جمعہ کا دِن ہے اور بہترین مہینہ رمضان کا مہینہ ہے اور بہترین عمل نماز پنجگانہ کو پابندی کے ساتھ اپنے وقت پر ادا کرنا۔

تین دن گزرنے کے بعد حضرت علیؓ کو معلوم ہُوا کہ حضرت ابن عبّاسؓ نے اس شخص کے سوال کا یہ جواب دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر مشرق و مغرب کے تمام علماء حکماء اور فقہاء سے بھی یہ سوال کیا جاتا تو اس سے بہتر جواب کوئی نہ دے سکتا، لیکن مَیں اتنا عرض کرتا ہُوں کہ تیرا بہترین عمل وہ ہے جسے اللہ قبول کر لے، بہترین مہینہ وہ ہے جس میں تو اللہ کی جناب میں اپنے گناہوں کی معافی کے لیے صدق دِل سے خالص توبہ کر لے اور بہترین دن وہ ہے جبکہ اللہ کے نزدیک اس حال میں جائے کہ تیرا دِل نُورِ ایمان سے منوّر ہو چکا ہو۔

(المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد مترجم، ص: ۶۲، ۶۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم امّا بعد !

رمضان شریف کے اس مبارک مہینہ میں جب قارئین انوارِ مدینہ کے زیرِ نظر شمارہ کے اوراق الٹ پلٹ رہے ہونگے تو ٹھیک ایک ہفتہ بعد پاکستان کے دل شہر لاہور میں ورلڈ کپ کے انعقاد کی تیاریاں زور شور پر ہوں گی۔ ملکی میڈیا ہر طرف اس کی دُھنیں بکھیر رہا ہوگا۔ دنیا کے چُنے ہوئے کھلنڈروں کی تصاویر سے اخبارات و جرائد آراستہ کیے جائیں گے۔ قوم کو موج میلہ کی دعوت دے کر بے شعوری کا بگل بجایا جائے گا اور یوں اس بزرگ مہینہ میں اس کی بزرگی کا مذاق اڑایا جائے گا۔ انا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا اس مبارک مہینہ کی اہمیّت سے لوگوں کو خوب آگاہ کیا جاتا تاکہ وہ غفلت سے نکل کر اپنے رب کی یاد میں مشغول ہوتے، اپنے گناہوں کی توبہ کرتے۔ آئندہ گناہوں سے باز رہنے کا عہد کر کے اپنے مولیٰ کو راضی کرتے جواباً اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا نزول ہوتا، انعامات کی بارش ہوتی، نفرتیں عداوتیں مٹ جاتیں۔ امن و سکون کی فرحت بخش فضا قائم ہوتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم کو رمضان کا مبارک مہینہ ملا ہے۔ اس ماہ کے روزے تم پر اللہ نے فرض کیے ہیں۔ اس میں آسمان کے دروازے کھول دیتے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اللہ کے لیے اس (ماہ) میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی برکات سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۳ ج ۱)

غور کیجیئے اس حدیث شریف میں اس مبارک مہینہ کی کتنی فضیلت بیان کی گئی ہے اور جس مبارک شب کا ذکر

حدیث شریف میں کیا گیا ہے دیگر بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک ہوتی ہے۔ اور ہمارے نبی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو یہ رات تلاش کرنے کی بہت ترغیب دی ہے۔ دوسری طرف ورلڈ کپ کی انتظامیہ نے ورلڈ کپ کے انعقاد کی تاریخیں آخری عشرہ میں منعقد کرکے مسلمانوں کی بہت بڑی محرومی کا سامان کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس مبارک مہینہ کی عزّت پامال کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے جس سے ہر مذہب دوست مسلمان کا دل دکھا ہے۔

اسلام کھیل اور تفریح سے نہیں روکتا، بلکہ اخلاقی حدود میں رہتے ہوئے اس کی اجازت دیتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کل شی یلھو بہ الرجل باطل الا رمیہ بقوسہ و تادیبہ فرسہ وملاعبتہ امرأتہ فانھنّ من الحق (رواہ الترمذی)

یعنی ہر چیز جس کے ساتھ انسان کھیل کود کرے باطل (بے اجر و ثواب) ہے سوائے (بغرض جہاد) نشانہ بازی اور گھوڑے کی تیاری اور اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کے، کیونکہ یہ چیزیں حق ہیں۔ ان پر اجر و ثواب مکمل ملتا ہے۔

لہٰذا حکومت کو چاہیئے کہ اس قسم کی کھیلوں کا انعقاد کرے جس سے نوجوان نسل میں فن سپاہ گری کا شوق پیدا ہو اور ضرب و حرب کے داؤ پیچ سے واقف ہو کر جذبہ جہاد سے سرشار نوجوانوں کے لشکر ملک و قوم کی خدمت میں مصروف ہوں اور ضرورت پڑنے پر اسلام کے دشمنوں سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں غفلت سے نکال کر اپنی یاد اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنھوں نے مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجّہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاءاللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است　　خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۸ سائڈ اے ۔ ۱۹ ۔ ۳ ۔ ۸۲ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّدٍ وّ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنْ مَسْئَلَةٍ وَسَعْیًا عَلٰی اَهْلِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِهٖ لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ وَجْهُهٗ مِثْلَ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا مُکَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِیًا لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ" [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ذلّت سے بچنے، اپنے اہل و عیال کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے اور اپنے ہمسایہ کے ساتھ احسان کرنے کی خاطر جائز وسائل و ذرائع سے دنیا (کے مال و اسباب) کو حاصل کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند (روشن اور منور) ہوگا۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۴۳

اور جو شخص مال و دولت میں اضافہ کرنے، فخر کرنے اور نام و نمود کے لیے جائز وسائل و ذرائع سے بھی) دنیا (کے مال و اسباب) کو حاصل کرے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے۔

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی دنیا کی طلب کرتا ہے۔ روپیہ پیسہ چاہتا ہے، مگر حلال۔ رزقِ حلال کی طلب کرتا ہے اِسْتِعْفَافاً عَنِ الْمَسْئَلَةِ روپیہ طلب کرنے کا مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ سوال نہ کرے کسی کے آگے، سوال سے بچا رہے، خود اپنے زورِ بازو سے، اپنی محنت سے، اپنی سوچ سے کمائی کرے جو حلال ہو۔ مقصد یہ ہو اس کا کہ میں کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤں وَ سَعْياً عَلٰى اَهْلِهٖ اپنے گھر والوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوشش کرتا ہے کہ میں ان کے حقوق ادا کر سکوں، بچوں کی پرورش ہے، تربیّت ہے یہ کام انجام دے سکوں۔

وَ تَعَطُّفاً عَلٰى جَارِهٖ اور اپنے پڑوسی پر مہربانی سے احسان کر سکوں کوئی بھلائی کر سکوں وَ تَعَطُّفاً عَلٰى جَارِهٖ۔ پڑوسی بھی آگیا یعنی اپنے پاس ہو، اپنے بچوں کے لیے ہو اور اپنے پڑوسی کے لیے بھی میں کچھ کروں، پڑوسیوں کی بھی خدمت کروں۔ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ وَجْهُهٗ مِثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ تو قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے جب آئے گا تو اس کا چہرہ روشن ہوگا جیسے چاند روشن ہوتا ہے۔

اب یہ ہے ایک صورت کہ انسان رزقِ حلال طلب کر رہا ہے۔ نیت یہ ہے کہ مَیں اِس جگہ اور اُس جگہ خرچ کروں گا تو یہ تو ٹھیک ہوگا۔

ایک صورت یہ ہے کہ وہ حلال ہی چاہ رہا ہے۔ رزقِ حلال ہی طلب کر رہا ہے، تجارت کرتا ہے سب کچھ کرتا ہے جائز طرح کرتا ہے، مگر نیت اُس کی ٹھیک نہیں۔ بظاہر دونوں کا عمل ایک جیسا۔ ایک کی نیت یہ ہو گئی دوسرا اور کوئی ہے جس کی نیّت یہ نہیں ہے اس کی نیت اور ہے۔ اُس کی نیت یہ ہے کہ ایک آدمی ہے اس کی ایک کوٹھی ہے مَیں دو بناؤں۔ اس کی کوٹھی بہت بڑی ہے مَیں اس سے بھی بڑی بناؤں۔ اس کی کوٹھی زیادہ مزیّن ہے مَیں اس سے بھی زیادہ مزین بناؤں۔ دماغ میں یہی ہے کہ میں دوسرے سے بڑھ جاؤں۔ تو اگرچہ ذریعہ حلال ہے لیکن چونکہ اس کا جہاں خرچ کرنے کا ارادہ ہے یا جو اس کی نیت ہے وہ اچھی نہیں اس میں غلطی آ رہی ہے تو گو طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالاً دُنیا کی طلب ہے، حلال ہی چاہتا ہے، مگر مُكَاثِرًا اس لیے کہ میرے پاس مال بہت ہو جائے۔ بہت بڑا مالدار شمار ہونے لگوں مُفَاخِرًا پھر مَیں فخر کروں کہ میرے پاس اتنا ہے یا لوگ میرے بارے میں گمان کریں اور مَیں اکڑوں، فخر کروں مُرَائِيًا مقصد اس کا ہو ریاکاری، دکھاوا لوگوں کو، تو فرمایا جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ تو ٹھیک نہیں

ہے، اگرچہ مال جائز کما رہا ہے، مگر یہ معاملہ خراب آگیا۔ اس کے کمانے کے بعد جو نیتیں ہیں اس کمائی سے جو وہ چاہتا ہے کرنا وہ ٹھیک نہیں ہے تو لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ وہ معاذ اللہ جب خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوں گے قیامت کے دن العیاذ باللہ۔

تو ایسی چیز ہے کہ انسان اپنے آپ نہیں سمجھ سکتا ہے جب تک شریعت نہ بتلائے۔ جب تک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایات نہ ملیں انسان کو، تو بظاہر یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اپنی محنت کر رہا ہوں۔ بظاہر یہ ہے کہ یہ بھی ٹھیک ہوگا۔

اچھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے جو ٹھیک کیا ہے معاملہ وہ اندر کا کہ دل ٹھیک ہو تمہارا کسی طرح کہ تم کما تو رہے ہو محنت بھی کر رہے ہو، حلال بھی کر لے، سارے ضابطے کی پابندیاں ہوگئیں ہوں، کوئی ناجائز پیسہ بظاہر نہیں ہے اس کے پاس، لیکن وہ اندر کا معاملہ ابھی ٹھیک نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ وہ ٹھیک کرو۔ نیت تمہاری یہ ہونی چاہیئے کہ میں فلاں نیک کام کروں گا، فلاں نیک کام کرونگا تو وہ ٹھیک اور اگر نیت تمہاری یہ ہوگئی کہ بس فخر، اکڑ، تکبّر، بڑائی اور ریاکاری اور مال کا زیادہ سے زیادہ بڑھا لینا تو بس وہ نیت کی خرابی کی وجہ سے وہ سارا کام خراب ہو جائے گا۔ خدا کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہیں رہی۔ قیامت کے لیے وہ کام آنے والی چیز نہ رہی۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں تمام باتیں تبلائیں سکھلائیں سمجھائیں اور ان میں ظاہر تو ہے ہی، ______ ٹھیک کرنا ضروری، اندر کو بھی ٹھیک کیا ہے، باطن کو بھی ٹھیک کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا سے نوازے اور فضل سے نوازے۔

(قسط : ۴۱)

نکاح السیّدہ فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؒ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

ارشادِ خداوندی ہے : وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ تا وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آیت ۳۲ - سورۃ ۲۴ النور)
نکاح کر دو ان کا جو تم میں بے نکاح ہوں اور اپنے غلاموں اور باندیوں کا بھی جو اس قابل ہوں۔ اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا۔
(آیت ۳۲ سورۃ ۲۴ النور)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاص طور سے ہدایت فرمائی۔

علی ! تین کام ہیں ان میں تاخیر ہرگز نہ کرنا۔ نماز ۱ جب اس کا وقت ہو جائے۔ جنازہ ۲ جب آجائے
۳ نکاح جب اس کا کفو مل جائے[1]

ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم پہلے "غنا" چاہتے ہیں پھر نکاح، مگر فرمانِ خداوندی نے نکاح کو مقدم رکھا اور غنا کا خود وعدہ فرمایا۔

اس کی ایک عجیب و غریب مثال حضرت علی اور سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما کا نکاح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے والد خواجہ ابو طالب کی وفات کے وقت اگرچہ جوان تھے۔ تقریباً بیس ۲۰ سال کی عمر تھی، مگر آنحضرۃ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو بچپن ہی سے اپنی تربیت میں لے لیا تھا اور خواجہ ابو طالب کو ان کی طرف سے بے فکر کر دیا تھا۔

ابو طالب دولت مند نہیں تھے کہ ان کے وارث اُن کے ترکہ سے دولت مند ہو جاتے۔ اس کے علاوہ ہجرت

---

[1] ترمذی شریف باب ماجاء فی الوقت الاوّل من الفضل ص ۲۴)

کرنے والے بزرگ وہ تھے کہ دولت مند[1] بھی فقیر ہو گئے تھے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھی جو تھا وہ توکل کا سرمایہ تھا اور بس۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال کے قریب ہوئی تو رشتے آنے شروع ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی مشورہ دیا گیا کہ وہ بھی خواستگاری پیش کر دیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احساس تھا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی آپ نے مشورہ دینے والوں سے بھی کہا، مگر تہی دستی اور غربت کا عذر کسی نے بھی قابلِ التفات نہیں سمجھا۔ مشورہ دینے والوں نے یہی کہا کہ بارگاہِ رسالت میں اس کی ضرورت نہیں کہ تمہارے پاس دولت ہو۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مشفق مربی ہیں۔ تمہارا گوشۂ خاطر معلوم ہو جائے گا تو وہ خود منظور فرمالیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ پر مشورہ دینے والوں نے اتنا اصرار کیا کہ بالآخر مجھے تعمیل کرنی پڑی۔ میں نے بڑی ہمّت سے کام لیا۔ خدمت مبارک میں حاضر ہوا، مگر ایک طرف میری شرم و حیا، دوسری طرف ذاتِ اقدس کا رعب و جلال۔ حاضر ہونے کو حاضر ہو گیا، مگر زبان بند، طبیعت محجوب، خاموش بیٹھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مربیانہ شفقت ہی کارفرما ہوئی۔ خود دریافت فرمایا۔ کیسے آئے ہو کچھ کام ہے۔ اس کے جواب میں بھی میں خاموش ہی تھا۔ پھر خود ہی فرمایا۔ فاطمہؓ سے رشتہ کے لیے آئے ہو۔

میں نے عرض کیا ــــ "نعم"

فرمایا۔ پھر کیا دو گے۔

میں نے عرض کیا۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔

ارشاد ہوا۔ میں نے تمہیں ذرہ دی تھی وہ کیا ہوئی؟

جیسے ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ سمجھ میں آیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذِرہ بیچنے کی نیت کر لی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ۴۸۰ درہم میں بیچ کر پوری رقم اپنے مربّی و سرپرست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں بھی مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم فرمایا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ساتھ شامل کیا اور اخ قرار دیا۔ مدینہ منورہ میں جو مہاجرین اور انصار کرام میں مواخات رشتۂ اخوت قائم فرمایا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی نہیں آتا۔ گویا آپ کی وہی مواخات قائم رہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ معظمہ میں قائم ہو گئی تھی۔ مقصد یہ کہ سلسلہ مواخات سے جو سہولت حضرات مہاجرین کو مل گئی تھی کہ رہنے اور کاشت وغیرہ کا انتظام ہو گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ سہولت

←

کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس میں سے تقریباً ایک تہائی خوشبو پر خرچ ہوئی باقی دوسری ضرورتوں پر۔

آپ نے احباب کو طلب فرمایا اور نکاح پڑھ دیا۔

مکان کا انتظام دلہن کو لانے کے لیے مکان کی ضرورت ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ دلہن کو وہیں اتارا۔ پھر مستقل قیام کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ حضرت حارث بن نعمان کے مکان خالی پڑے ہیں ان سے ایک مکان لے لو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خودداری نے مکان کی فرمائش کرنی مناسب نہیں سمجھی۔ کسی طرح حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوگیا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ سارے مکان آپ کے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو پسند فرمائیں وہ اس مکان کی خوش بختی ہے۔ میں اسی مکان کو جس کو آپ لیں گے زیادہ محبوب (اور مبارک سمجھوں گا) بمقابلہ اس کے جو آپ کے کام میں نہیں آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صَدَقتَ بارکَ اللہ (آپ نے سچ فرمایا اللہ آپ کو برکت دے۔) حضرت حارث رضی اللہ عنہ دوسرے مکان میں منتقل ہوگئے اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو اپنے مکان میں لاکر اتارا۔

اللہ تعالیٰ اپنے پاکباز مقربین کو کس طرح محفوظ رکھتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی دلہن (فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو رخصت کرانے کا ارادہ کیا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنہار کی شرکت سے ایک کام کرنا چاہا۔ خیال یہ تھا کہ نفع ہوگا تو ولیمہ کر سکوں گا۔

صورت یہ تھی کہ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت سے مجھے ایک ناقہ ملی اور ایک اونٹنی مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی تھی۔ جب میرے پاس دو اونٹ ہوگئے تو میں نے قبیلہ بنی قینقاع کے ایک سنہار سے یہ طے کیا کہ ہم دونوں ان اونٹوں پر جنگل سے اذخر لے آیا کریں گے اور اس کو بازار میں بیچ دیا کریں گے۔ یہ معاملہ نفع ہی کا تھا۔ اس میں نقصان کا سوال ہی نہیں تھا، لیکن خدا کو منظور نہیں تھا کہ امام الاولیاء بے فکری سے ولیمہ کریں۔

یہ زمانہ وہ تھا کہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ حضرت علیؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

← بھی نہیں ملی تھی۔ ؂۲ مشورہ دیئے۔ پھر حاضری اور گفتگو کی۔ یہ تمام تفصیل البدایۃ والنہایۃ سے ماخوذ ہے۔ ص ۳۴۶ ج ۳

؂۱ بخاری شریف ص ۲۸۰

عم محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے غزوۂ اُحد میں شہید ہوکر سیّد الشہداء کا خطاب (لسانِ نبوّت سے حاصل کیا) وہ جیسے بہادر تھے ایسے ہی منچلے بھی تھے۔ قیام گاہ پر کچھ احباب اکٹھے تھے۔ شراب کا دَور چل رہا تھا۔ کسی نے کہا شراب کے ساتھ اونٹنیوں کے کوہان کے کباب بھی ہونے چاہئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ دونوں اونٹنیاں سامنے کھڑی تھیں۔ حضرت حمزہ فوراً اٹھے اور دونوں اونٹنیوں کے کوہان نکال لیے اور کوکھیں چاک کر کے گردے وغیرہ نکال لیے۔ احباب کی فرمائش پوری کر دی[1] مگر ولیمہ کے متعلق سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا سارا منصوبہ ختم ہوگیا۔ اسی لیے کہتے ہیں۔ "نزدیکاں را بیش بود حیرانی"۔

نکاح سے کچھ عرصہ بعد رخصتی

ایک روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے ہوچکا تھا اور رخصتی نو ماہ[2] بعد ہوئی تھی۔ بخاری شریف کی مذکورہ بالا روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

جہیز

تاجدارِ دوعالم، شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر سیّدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو جو جہیز دیا اس کی فہرست[3] یہ ہے۔

لحاف : ایک

چمڑے کا گدا جس میں کسی درخت کی چھال بھری ہوئی تھی : ایک

چکیاں : ۲ ، مشکیزہ : ۱ ، مٹی کے گھڑے : دو ۔

صلوات اللّٰہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

---

[1] بخاری شریف ص۳۲۰ و ص۴۳۲ وغیرہ۔

[2] الاستیعاب والبدایہ والنہایۃ ص۳۴۶ ج ۳

[3] الاصابہ والترغیب والترہیب - باب الترغیب فی الاذکار بعد الصلوٰت

چہل احادیث متعلقہ رمضان وصیام

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدظلہ العالی

(۱) فرمایا نبی الرحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری اس وقت ہوگی جب خدا سے ملاقات کرے گا اور روزہ دار کے منہ کی بُو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے عمدہ ہے اور روزے ڈھال ہیں (جو گناہوں سے اور دوزخ سے بچاتے ہیں) جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو گندی باتیں نہ کرے اور شور نہ مچائے، پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو کہہ دیوے کہ میں روزہ دار ہوں (لڑنا جھگڑنا گالی کا جواب دینا میرا کام نہیں)۔

(بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

(۲) فرمایا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی دروازہ رمضان ختم ہونے تک نہیں کھولا جاتا ہے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ (ختم رمضان تک) بند نہیں کیا جاتا ہے اور خدا کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والے آگے بڑھ اور اے شر کے تلاش کرنے والے رُک جا اور بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہر رات ایسا ہی ہوتا ہے۔ (ترمذی عن ابی ہریرہؓ) اور ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۳) فرمایا سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام ریّان ہے۔ اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہونگے۔ (بخاری و مسلم عن سہلؓ) ریّان بمعنی سیرابی والا

④ **فرمایا** رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کہ جس نے ایک دن خدا کی راہ میں روزہ رکھ لیا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے اس قدر دُور کر دیں گے کہ ستّر سال میں جتنی دُور پہنچا جائے۔ (بخاری عن ابی سعیدؓ)

⑤ **فرمایا** سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے بلا کسی شرعی رخصت اور بلا کسی مرض کے (جس میں روزہ چھوڑنا جائز ہو) رمضان کا روزہ چھوڑ دیا تو اگرچہ (بعد میں) اس کو رکھ لیوے تب بھی ساری عمر کے روزں سے اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ (احمد عن ابی ہریرہؓ)

ف: مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی فضیلت اور برتری اس قدر ہے کہ اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو عمر بھر روزے رکھنے سے بھی وہ فضیلت اور اجر اور ثواب نہ پائے گا جو رمضان میں روزے رکھنے سے ملتا ہے گو قضا کا ایک روزہ رکھنے سے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

روزہ کی حفاظت

⑥ **فرمایا** فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لیے (حرام کھانے یا حرام کام کرنے یا غیبت وغیرہ کرنے کیوجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور بہت سے تہجّد گزار ایسے ہیں جن کے لیے (ریاکاری کی وجہ سے) جاگنے کے سوا کچھ نہیں۔ (دارمی عن ابی ہریرہؓ)

⑦ **فرمایا** سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ روزہ (شیطان کی شرارت سے بچنے کے لیے) ڈھال ہے جب تک کہ روزہ دار جھوٹ بول کر یا غیبت وغیرہ کر کے) اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ (نسائی عن ابی عبیدہؓ)

⑧ **فرمایا** سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے روزہ رکھ کر بُری بات اور بُرے عمل کو نہ چھوڑا تو خدا کو اس کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دیوے۔ (بخاری عن ابی ہریرہؓ)

قیامِ رمضان

⑨ **فرمایا** رسولِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے کہ جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان میں قیام کیا (تراویح وغیرہ پڑھی) تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے شبِ قدر میں قیام کیا ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھ کر اس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری ومسلم عن ابی ہریرہؓ)

(۱۰) فرمایا فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ روزے اور قرآن بندہ کے لیے سفارش کریں گے ــ روزے کہیں گے اے رب ہم نے اس کو دن میں کھانے سے اور دیگر خواہشات سے روک دیا لہٰذا اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرمالیجئے ۔ قرآن عرض کرے گا کہ میں نے رات کو اسے سونے نہ دیا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجئے چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی ۔ (بیہقی فی شعب عن عبداللہ بن عمرؓ)

رمضان اور قرآن

(۱۱) فرمایا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت بہت ہی زیادہ بڑھ جاتی تھی ۔ رمضان کی ہر رات میں جبریل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ ان کو قرآن مجید سناتے تھے ۔ جب جبریل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ اس ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجاتے تھے جو بارش لے کر بھیجی جاتی ہے ۔ (بخاری و مسلم)

رمضان میں سخاوت

(۱۲) فرمایا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ جب رمضان داخل ہوتا تھا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے (بیہقی فی شعب) مطلب یہ ہے کہ آپ یوں ہی کسی سائل کو محروم نہ فرماتے تھے ۔ مگر رمضان میں اس کا اہتمام مزید ہوجاتا تھا ۔

روزہ افطار کرانا

(۱۳) فرمایا خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کھلوایا یا مجاہد کو سامان دیدیا تو اس کو روزہ دار جیسا اجر ملے گا (بیہقی فی شعب عن زید بن خالدؓ) اور غازی اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی ۔ جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے ۔

روزہ میں بھول کر کھاپی لینا

(۱۴) فرمایا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جو شخص روزہ میں بھول کر کھاپی لے تو روزہ پورا کرلیوے ، کیونکہ

(اس کا کچھ قصور نہیں) اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ رضؓ)

سحری کھانا

(۱۵) فرمایا نبئ مکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ سحری کھایا کرو، کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (بخاری و مسلم عن انس رضؓ)

(۱۶) فرمایا نبئ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔

(مسلم عن عمرو بن العاص)

(۱۷) فرمایا نبئ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ سحری کھانے والوں پر خدا اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔

(طبرانی عن ابن عمر رضؓ)

افطار

(۱۸) فرمایا نبئ الرحمت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے کہ لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ یعنی غروبِ آفتاب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کریں گے۔ (بخاری و مسلم عن سہل رضؓ)

(۱۹) فرمایا رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو افطار میں سب سے زیادہ جلدی کرنے والا ہے یعنی غروب ہوتے ہی فوراً افطار کرتا ہے اور اسے اس میں جلدی کا خوب اہتمام رہتا ہے۔ (ترمذی عن ابی ہریرہ رضؓ)

(۲۰) فرمایا سیدّ الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب اُدھر سے (یعنی مشرق سے) رات آگئی اور ادھر سے (یعنی مغرب سے) دن چلا گیا تو روزہ افطار کرنے کا وقت ہوگیا۔ (آگے انتظار کرنا فضول ہے، بلکہ مکروہ ہے)

(مسلم عن عمرو بن العاص رضؓ)

(۲۱) فرمایا رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جب تم روزہ کھولنے لگو تو کھجوروں سے افطار کرو، کیونکہ کھجور سراپا برکت ہے۔ اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھول لے، کیونکہ وہ (ظاہر و باطن کو) پاک کرنے والا ہے۔

(ترمذی عن سلمان بن عامر رضؓ)

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے

(۲۲) فرمایا خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

(ابنِ ماجہ عن ابی ہریرہ رضؓ)

سردی میں روزہ

(۲۳) فرمایا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ موسم سرما میں روزہ رکھنا مفت کا ثواب ہے (ترمذی عن عامر رضؓ) مفت کا ثواب اس لیے فرمایا کہ اس میں پیاس نہیں لگتی۔ اور دن جلدی سے گزر جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اس پر بھی روزہ سے گریز کرتے ہیں۔

جنابت روزہ کے منافی نہیں

(۲۴) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ رمضان المبارک میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ جنابت صبح ہو جاتی تھی اور یہ جنابت احتلام کی نہیں (بلکہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے ہوتی تھی) پھر غسل فرماکر روزہ رکھ لیتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل غسل نہیں فرمایا اور روزہ کی نیت فرمالی، پھر طلوعِ آفتاب سے قبل غسل فرما کر نماز پڑھ لی۔ اس طرح سے روزہ کا کچھ حصّہ حالت جنابت میں گزرا اس لیے کہ روزہ بالکل ابتدائے صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر روزہ میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ کیونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے۔ ہاں اگر عورت کے ماہواری کے دن ہوں تو روزہ نہ ہوگا۔ ان دنوں کی قضا بعد میں فرض ہے۔ یہی مسئلہ نفاس کے ایام کا ہے۔ نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے۔

روزہ میں مسواک

(۲۵) فرمایا حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحالتِ روزہ اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا کہ جس کا میں شمار نہیں کر سکتا۔ (ترمذی)

مسواک تر ہو یا خشک روزہ میں ہر وقت کر سکتے ہیں، البتّہ منجن، ٹوتھ پاؤڈر، ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ وغیرہ سے روزہ میں دانت صاف کرنا مکروہ ہے۔

روزہ میں سُرمہ

(۲۶) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میری آنکھ میں تکلیف ہے

کیا میں روزہ میں سرمہ لگالوں ؟ فرمایا لگالو ۔ (ترمذی)

اگر روزہ دار کے پاس کھایا جائے

(۲۷) فرمایا فخرِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب تک روزہ دار کے پاس کھایا جاتا رہے اس کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور اس کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں ۔ (بیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃؓ)

آخر عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام

(۲۸) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں جس قدر عبادت میں محنت فرماتے تھے دوسرے ایام میں اس قدر محنت نہیں فرماتے تھے ۔ (مسلم)

(۲۹) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تہمد کس لیتے تھے (تاکہ خوب عبادت کریں ۔) اور پوری رات عبادت کرتے تھے ۔ اور گھر والوں کو عبادت کے لیے جگاتے تھے ۔ (بخاری و مسلم)

شبِ قدر

(۳۰) فرمایا رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ بلاشُبہ یہ مہینہ آچکا ہے ۔ اس میں ایک رات ہے (شبِ قدر جو عبادت کی قدر و قیمت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے ۔ جو اس رات سے محروم ہوگیا کل خیر سے محروم ہوگیا ۔ اور اس شب کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو پورا پورا محروم ہو (جسے ذوق عبادت بالکل نہیں اور جو فکرِ سعادت سے خالی ہے ۔) (ابنِ ماجہ عن انسؓ)

(۳۱) فرمایا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو ۔ (بخاری عن عائشہؓ)

(۳۲) فرمایا محبوب ربّ العالمین صلّی اللہ علیہ وسلم نے (اعتکاف کرنے والے کے متعلق) کہ وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اسے وہ ثواب بھی ملتا ہے جو (اعتکاف سے باہر) تمام نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے ۔ (ابنِ ماجہ عن ابن عباسؓ) یعنی اعتکاف میں بیٹھ کر اعتکاف والا خارج مسجد جو نیکیاں کرنے سے عاجز ہے تو وہ ثواب کے اعتبار سے محروم نہیں ہے ۔ اگر اعتکاف نہ کرتا تو مسجد سے باہر جو نیکیاں کرتا ان کا ثواب بھی پاتا ہے ۔

آخری رات میں بخششیں

(۳۳) فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان کی آخری رات میں اُمتِ محمدیہ کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا اس سے شبِ قدر مراد ہے؟ فرمایا نہیں! (یہ فضیلت آخری رات کی ہے شبِ قدر کی فضیلتیں اس کے علاوہ ہیں۔) بات یہ ہے کہ عمل کرنے والے کا اجر اس وقت پورا دے دیا جاتا ہے۔ جب کام پورا کر دیتا ہے اور آخری شب میں عمل پورا ہو جاتا ہے، لہٰذا بخشش ہو جاتی ہے۔ (احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

عید کا دن

(۳۴) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شبِ قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو ہر اس بندۂ خدا کے لیے دعا کرتے ہیں جو اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں کہ دیکھو ان لوگوں نے ایک ماہ کے روزے رکھے اور حکم مانا۔ اور فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! بتاؤ اس مزدوری کی کیا جزا ہے جس نے عمل پورا کر دیا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے رَبّ! اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر لازم تھا اور اب دُعائیں گڑگڑانے کے لیے نکلے ہیں۔ قسم ہے میرے عزّت و جلال اور کرم کی اور میرے عُلو و ارتفاع کی میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر (بندوں کو) ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ لہٰذا اس کے بعد (عیدگاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب)

رمضان کے بعد دو اہم کام

صدقۂ فطر

(۳۵) فرمایا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مقرر فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے۔ (ابوداؤد شریف)

شش عید کے روزے

(۳۶) فرمایا فخرِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (یعنی عید) کے مہینہ میں رکھے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے۔ (مسلم عن ابی ایوب رضؓ)

چند مسنون دعائیں

(۳۷) فرمایا معاذ بن زہرہؒ نے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد)

ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق پر کھولا۔

(۳۸) فرمایا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے کہ افطار کے وقت (یعنی بعد افطار) رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ط (ایضاً عن ابن عمرؓ)

ترجمہ: پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور انشاء اللہ اجر ثابت ہوگیا۔

افطار کی ایک اور دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِىْ ذُنُوْبِىْ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کی اس رحمت کے ذریعہ سوال کرتا ہوں جو ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے کہ آپ میرے گناہ معاف فرمادیں۔

یہ دعا حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے منقول ہے۔ (ابنِ ماجہ)

(۳۹) جب کسی کے یہاں افطار کرے تو اہلِ خانہ کو یہ دُعا دے:

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ط

ترجمہ: روزہ دار تمہارے یہاں افطار کیا کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے دعا کریں۔

(ایک جگہ افطار کر کے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی تھی۔) (ابنِ ماجہ)

شبِ قدر کی دعا

(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شبِ قدر کونسی ہے تو (اس رات) میں کیا دُعا کروں ؟

فرمایا (دعا میں) یوں کہنا ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔ (ترمذی)

ترجمہ : اے اللہ ! تو معاف کرنے والا ہے ۔ معافی کو پسند فرماتا ہے ، لہٰذا مجھے معاف فرمادے ۔

رمضان المبارک کے چار اہم کام

(۱) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی کثرت

(۲) استغفار میں لگے رہنا

(۳) جنّت نصیب ہونے کا سوال

(۴) دوزخ سے پناہ میں رہنے کی دُعا کرنا ۔

(فضائلِ رمضان بحوالہ صحیح ابنِ خزیمہ)

اِس دینی رسالہ سے آپکا تعاون آپ کے اَجر اور اسکے اِستحکام ، بقاء ، اور ترقی کا باعث ہوگا ۔

★ اِس کے خریدار بنیئے اور دوسروں کو خریدار بنائیے ۔
★ اِس میں اشتہار دیجئے اور دوسروں سے دلوائیے ۔
★ اِس کے لیے مضامین لکھیئے اور اپنے مضمون نگار دوستوں کو اس کیلئے مضمون لکھنے کی ترغیب دیجئے ۔

انوار مدینہ

اداره انوارِ مدینہ کی جانب سے رسالہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے متوسلین و خدام سے اپیل ہے کہ اگر ان کے پاس حضرت کی تقاریر ہوں تو ادارہ کو ارسال فرما کر عند الناس مشکور اور عند اللہ ماجور ہوں۔ (ادارہ)

دعوت الی اللہ

یہ تقریر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۶ جولائی ۱۹۵۷ء کو بعد نماز جمعہ بمقام ارکونم ضلع شمالی آرکاٹ (مدراس) میں ایک تبلیغی اجتماع میں فرمائی، تاثر کا یہ عالم تھا کہ سارا مجمع رو رہا تھا، یہ بھی حسرت ناک اتفاق ہے کہ یہ حضرتؒ کا سب سے آخری سفر تھا۔ اور تقریر بھی آخری تھی۔ اس سفر ہی میں وہ مرض لاحق ہوا جس میں واپسی پر حضرتؒ موصوف کئی ماہ گھرے رہے اور آخر کار اسی سلسلۂ علالت میں آپ نے انتقال فرمایا۔ (مرتب)

آغازِ تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ج وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[1] (آلِ عمران ۔۱۳۴)

محترم بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کے احسانات تمام مخلوقات پر خصوصًا انسانوں پر نہایت زیادہ ہیں جن کی کوئی حد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً ہم تمام انسانوں کو اپنی نعمتوں سے ڈھانک لیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً۔ (لقمٰن ۔۲۰)

---

[1] ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں انہیں کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ←

اللہ تعالیٰ نے تمام عالمِ انسانیت کو چھپی ہوئی اور کھلی ہوئی نعمتوں سے ڈھانک رکھا ہے۔ اپنی تمام مخلوقات میں خدا تعالیٰ نے سب سے زیادہ شرافت اور بڑائی انسان کو عطا کی ہے۔

پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے، ہماری نجات کے واسطے ہر قسم کی بھلائی کا عالمِ ارواح میں، ماں کے پیٹ میں، طفولیّت کے عالم میں سامان کیا ہے۔ اسے کوئی حاجت نہیں کہ ہم کو نجات ملے۔ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ (الانعام ۱۳۳)

اس کی شفقت ہے کہ آخرت کے لیے بھی ہر قسم کی بھلائی کا سامان کیا، اس نے اپنا فضل فرمایا ہے کہ ہم کو پیدا کیا، انسان بنایا اور تمام اعضاء مکمل کر دیئے۔ عقل دی، ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک وغیرہ سب اعضا دیئے۔ یہ کافی ہے اس کو محبّت قائم کرنے کے واسطے، لیکن پروردگار نے اپنی شفقت سے دوسری چیز بھی مقرّر کی۔ اُس نے ہر زمانے میں اپنے مقرّب بندوں کو ہماری اصلاح کے لیے بھیجا۔ جنہوں نے ہماری اصلاح کے لیے اپنی جان کی بازی لگا کر کوشش کی اور ہماری بھلائی کی فکر کی اور ہر ظلم و ستم کو برداشت کیا۔ ابتداء سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنتے آئے ہیں۔ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں کے سردار جن کے لیے عالمِ ارواح میں انبیاء (علیہم السلام) سے عہد لیا گیا تھا: وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ (آلِ عمران ۸۱) انبیاء کی روحوں کو جمع کر کے اُن سے عہد لیا گیا کہ اگر تمہارے زمانے میں وہ پیغمبر آجائے تم اس پر ایمان لانا اور مدد کرنا۔

وہ پیغمبر جو سب انبیاء علیہم السلام کے علوم کو جمع کرنے والا نبیٔ آخر الزمان ہے ہم کو عطا فرمایا، پھر انبیاء علیہم السلام سے پوچھا: ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ کیا تم نے اقرار کیا؟ قَالُوا أَقْرَرْنَا کہا ہم نے اقرار کیا۔ (آلِ عمران ۸۱)

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں ایسا پیغمبر عطا فرمایا اور ہماری بدقسمتی ہے کہ ان کے طریقہ پر عمل کرنے میں کوتاہی کریں۔ اللہ کا محبوب اور سب سے اونچا پیغمبر بغیر مانگے ہم کو عنایت فرمایا، حالانکہ پہلی اُمتوں نے مانگا تھا اور ان کو نصیب

← آیتیں پڑھ پڑھ کے سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں سناتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح غلطی میں تھے۔

نہیں کیا۔ شفقت والا، رحمت والا، کمال والا، علم والا اور زہد و تقویٰ والا پیغمبر ہم کو عطا فرمایا۔ یہ اس کا احسان ہے، ہماری نالائقی ہے کہ ایسے پیغمبر کو پالنے کے بعد بھی ہم اس کی اطاعت نہ کریں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ یعنی بے شک اللہ پاک نے مومنوں پر احسان فرمایا ہے کہ اُن ہی میں سے ایک عظیم الشان پیغمبر مبعوث فرمایا۔ ہمارا ہادی اگر کوئی فرشتہ یا جن ہوتا تو اس کو ہم پر ایسی شفقت نہ ہوتی۔

بہرحال آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اصلاح کے لیے بھیجے گئے۔ اللہ نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، اور اس کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی قوّتِ علمی و عملی سب دے دی، شدّتِ رحمت کی وجہ سے اس نے اسی پر اکتفا نہ کیا کہ عقل اور سمجھ دے دی اور اسی پر عمل کا مطالبہ نہ کیا۔ جیسا کہ آپ اپنے فرزند کو سرمایہ دے کر تجارت کرنے کو کہتے ہیں کہ اگر نقصان کیا تو سزا ملے گی۔ اگر ایسا اللہ بھی فرماتا تو کوئی اعتراض کی بات نہ تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کی شفقت ہے کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کو بھی روانہ کیا۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ط (النساء ۱۶۵)

پیغمبروں کو اس لیے بھیجا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہمیں دنیا میں راستہ دکھانے والا نہیں آیا تھا۔ راستہ دکھانے والے اخیر زمانے میں ہمارے آقا کو جو رحمتِ مجسّم ہیں بھیجا۔ وہ ۲۳ برس منصبِ نبوّت پر فائز رہے۔ ۴۰ برس کی عمر میں تاجِ رسالت پہنایا گیا۔ ۶۳ برس کی عمر میں دُنیا سے رخصت ہُوئے۔ اس عرصہ میں آپ کو کتنی تکلیفیں دی گئیں اور کتنا ستایا گیا؟ آج وہ بھی تکلیف دے رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے خلاف کر رہے ہیں، کیا وہ سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ستا نہیں رہے ہیں؟ بیٹا اگر خلاف کرے تو صدمہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہفتہ میں دو مرتبہ اعمال پیش ہوتے ہیں۔ باپ کو اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ نبیؐ کو اپنی امّت سے باپ سے زیادہ محبّت و شفقت ہوتی ہے۔ جب آپ کے سامنے پیش کیا جائے کہ آپ کا فلاں اُمّتی غیروں کا متبع ہے۔ ڈاڑھی منڈاتا ہے تو آپ کو صدمہ نہ ہوگا؟

ایک بار ایران کا سفیر بادشاہ دہلی کے پاس آیا۔ مرزا بیدلؔ کا صوفیانہ کلام پڑھ کر لوگ اس کو قطب سمجھتے تھے، بادشاہ کے دربار میں سفیرِ ایران آیا تو مرزا کا تعارف بھی کرایا گیا۔ ڈاڑھی خشخشی تھی۔ پوچھا "آغا ریش می تراشی؟" مرزا نے کہا، "ریش می تراشم و لیکن دلِ کسے را نمی خراشم۔" سفیر نے جواب دیا، "بلے دلِ رسول اللہ می خراشی۔" مرزا صاحب کمال تھے، غلطی معلوم ہوئی تو سر نیچا کر لیا، گھر گئے اور تین دن تک شرمندگی سے باہر نہ آئے۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعمال جب پیش ہوں کہ فلاں اُمتی یوروپین فیشن کرتا ہے، کہ زن فیشن کرتا ہے تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلِ مقدسہ کو صدمہ نہ ہوگا؟ پہلے بھی ستائے گئے۔

لَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ مَا اُوْذِیَ اَحَدٌ مِّثْلِیْ وَلَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ مَا اُخِیفَ اَحَدٌ مِّثْلِیْ ۔ (الحدیث)

مَیں اللہ کی راہ میں اتنا ستایا گیا کہ کوئی اس قدر نہیں ستایا گیا۔ اور مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر ڈرایا گیا کہ کسی کو اس قدر ڈرایا نہ گیا۔

غرض ہر طرح سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیفیں اٹھائیں اور آج سنّت کی خلاف ورزی کر کے رُسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے ہیں۔

مُنیب صحابی رضی اللہ عنہ بنی سلیم کے کہتے ہیں کہ (ایامِ جاہلیت میں) مَیں حج کو گیا تھا۔ عرفات کے میدان میں دیکھا کہ ایک نوجوان سرخ عبا پہنے ہوئے یہ کہتا جارہا ہے: "یَآاَیُّھَا النَّاسُ وَحِّدُوا اللّٰہَ تُفْلِحُوْا ـــــ یَآاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا۔ اے لوگو! ایک اللہ کو مانو فلاح پاجاؤ گے ــــ اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے"۔ ایک شخص اس کے پیچھے پتھر مارتا ہے اور کہتا جاتا ہے: یَآاَیُّھَا النَّاسُ لَا تَسْمَعُوْا اَنَّہٗ کَذَّابٌ۔ اے لوگو! اس کی بات نہ سنو یہ بڑا جھوٹا ہے۔ نعوذ باللہ

مَیں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا وہ شخص قریش کا ایک نوجوان ہے جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ پتھر مارنے والا اس کا چچا ابولہب ہے۔

ایسے متعدد واقعات پیش آئے۔ ۲۳ برس تک آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم دین کی دعوت دیتے رہے اور طرح طرح کے مظالم سہتے رہے۔ بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکید آتی رہی۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ[۱] ۔ (النحل ۱۲۰)

دوسری جگہ ارشاد ہے: وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ[۲] ۔ (حٰمٓ السجدہ ۳۴)

---

[۱] (ترجمہ) اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں ان سے تنگدل نہ ہوجیئے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

[۲] (ترجمہ) نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی (بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے) تو اب آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے۔

صبر کرو اور تحمّل کرو اور غمگین نہ ہو، تنگ نہ ہو، بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں ہوتیں۔ پتھر کا جواب پتھر سے اور گالی کا جواب گالی سے مت دو، بلکہ پتھر کا جواب پھولوں سے دو، گالی کا جواب تعریفوں سے دو۔ وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا (الفرقان ۶۳) جب جاہلوں سے مقابلہ ہو جائے تو سلام کہہ کر چلے جاؤ۔

مکہ کی تیرہ سالہ زندگی ایسی ہی گزری۔ کفّار ظلم کرتے رہے اور آپ صبر کرتے رہے۔ اس کے بعد مدینہ ہجرت فرمائی۔ ہر چیز قربان کی، اپنی راحت اور گھر بار چھوڑا۔ مدینہ پہنچ کر بھی آپ کو کفار نے چین لینے نہ دیا۔ اعلان کیا گیا کہ جو حضرۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر لائے اس کو ہر ایک کے لیے سو اُونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ دُشمنوں نے ہر جگہ ڈھونڈنا شروع کیا، مگر آپ کا محافظ خدا تھا۔ اس نے اپنے لطف و کرم سے آپ کو چھپا کر مدینہ پہنچا دیا۔ مدینہ والوں کو مکہ سے زوردار خط بھیجا گیا کہ ان کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ جنگ ہوگی۔ تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے، عورتوں کو باندی اور بیٹوں کو غلام بنا کر تمہارے باغوں کو اجاڑ دیں گے۔ یہ سُن کر بڑے بڑے بوڑھوں کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ مدینہ کے بُڈھے تجربہ کار کہتے تھے کہ ہم قریش سے لڑ نہیں سکتے۔ قریش سب سے زیادہ قوّت والے پیرزادے اور سارے عرب ان کے طرفدار ہیں۔ نوجوانوں نے پہلے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اور ہر قبیلہ کے نوجوان حمایت کے لیے تیار تھے۔ بوڑھے مقابلہ سے ڈرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفارِ مکہ کے حوالے کرنے پر آمادہ تھے۔ قریب تھا کہ آپس میں تلوار چل جاتی۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سمجھایا یہاں تک کہ سکون ہو گیا۔ قریش کو جواب دیا گیا کہ جو چاہو کر لو ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے قاتل تھے یا کسی کی جائداد چھین لی تھی؟

ابتدا سے وہ سب کے ساتھ احسان کرنے والے، سچ بولنے والے، امانت رکھنے والے اور سب کی خدمت کرنے والے تھے۔ آپ صرف یہ فرماتے تھے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، پتھروں کو نہ پوجو۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہ تھی۔ اس جواب پر سب کے سب چراغ پا ہو گئے۔ کانفرنس کی گئی اور طے کیا گیا کہ مدینہ پر چڑھائی کریں گے۔ خوب چندہ کیا گیا۔ ایک ہزار اونٹ سامان خرید کر لانے کے لیے ملکِ شام بھیجے گئے۔

غرض آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم صرف توحید کی تبلیغ کرتے رہے۔ کسی کا مال نہیں چھینا، کسی کی عزّت پر حملہ نہیں کیا۔ لا الٰہ الا اللہ کی دعوت دی۔ ۲۳ سال تک ہر طرح سمجھایا۔ اصلاح کی۔ آخر حجۃ الوداع میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار صحابہ کرامؓ کے مجمع میں اونٹ پر بیٹھ کر ایک عظیم الشان خطبہ دیا جو بہت طویل تھا۔ گویا ۲۳ برس کی تعلیم کا نتیجہ پیش کر دیا۔ پھر تین مرتبہ فرمایا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ۔ کیا مَیں نے اللہ کے احکام پہنچا

دیئے ؟ سب نے ایک زبان ہو کر تین مرتبہ کہا قَدْ بَلَّغْتَنَا وَ نَصَحْتَنَا بے شک آپ نے اللہ کے احکام کی تبلیغ کی۔ اس پر تین مرتبہ آپ نے فرمایا، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں نے تبلیغ کر دی۔

بھائیو! آپ کی یہ مجلس تبلیغ کی ہے۔ یہ تبلیغ اصل میں وظیفہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہ کام جو تم کر رہے ہو معمولی نہیں۔ تم کو کیسی خدمت سپرد کی ہے۔ حقیقت میں کام لینے والا اللہ ہے۔ اگر وہ نہ چاہتے تو تم کیا کرتے؟ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ[1] (التکویر ۲۹) ارشاد ہے: یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ[2]

(الحجرات ۱۷)

خدا کا فضل ہے کہ اس نے تمہارے دلوں میں اس چیز کو ڈالا ہے۔ اسی ہندوستان میں ہمارے باپ دادا اور بہت سے لوگ گزر گئے۔ جو آپس میں لڑتے رہے اور دنیا کے پیچھے پڑے رہے، لیکن ان کو تبلیغ کا کبھی خیال نہیں آیا۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے زمانے کے علماء اور اہلِ خیر کو اس کی توفیق دی تم بہت سے بندگانِ خدا کو دوزخ سے نکال کر جنّت میں داخل کر رہے ہو۔ جو کلمہ اور نماز نہیں جانتے تھے کیا وہ مستحق دوزخ نہ تھے؟ تم ان کو سمجھا کر اللہ کے راستے پر چلاتے ہو تو کیا دوزخ سے نکالکر جنت میں داخل نہیں کر رہے ہو؟ اللہ جس کو چاہتا ہے بچاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گراتا ہے ؎ منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت

خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمہیں اس کی توفیق دی۔ یہ بات ضرور ہے کہ بہت سے لوگ تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ تم کیا ہو؟ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی اور آپ کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا؟ تم گھبراؤ نہیں۔ پریشان نہ ہو۔ اگر بے وقوف اور جاہل بُرا بھلا کہیں، طعنہ دیں تو سُن لو۔ یہ سنّت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور سُنّت ہے انبیاء سابقین کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ ... الخ" اگر تمہیں کامیابی نہ ہوئی اور کوئی بھی سیدھا نہ ہوا تو اس کے باوجود تمہارا بڑا درجہ ہے۔ اور تمہیں پورا اجر ملے گا"۔ تم اطمینان رکھو تمہارا کام اللہ کے دربار میں مقبول ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر فتح کرنے کے لیے بھیجتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا جاتے ہی قتال شروع کر دوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] (ترجمہ) اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے نے کچھ نہیں چاہ سکتے [2] یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اسلام لانے کا احسان نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو۔

وہاں جاکر ٹھہرو اور لوگوں کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی طرف بلاؤ۔ اگر نہ مانیں تو دوسرا معاملہ کرنا۔ اس لیے کہ "لِاَنْ یَّھْدِیَ اللہُ بِکَ رَجُلاً خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْھَا[1] ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت کردے تو وہ تمہارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ تم کو جوان اونٹوں کے ملنے سے بھی بہتر ہے۔

بھائیو! تم نے جو قدم اٹھایا ہے وہ مبارک ہے۔ اللہ پاک تمہاری جدوجہد سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور تم سے اسلام کی خدمت لے۔ تم ہرگز تنگ دِل مت ہو۔ تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔ جیسے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھانی پڑیں۔ کیا تم کو خبر ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عرب سے کیوں نکلے؟ وہ عراق میں پہنچے۔ شام، ایران، افغانستان، سندھ، یوپی، بہار اور جنوب میں دکن تک پہنچے۔ یہاں تک کیوں پہنچے؟ ان کا مقصد کیا تھا؟ کیا ملک فتح کرنا تھا؟ کیا دولت لوٹنی تھی؟ ہرگز نہیں۔ ان کا اصل مقصد صرف لا الٰہ الا اللہ کی دعوت دینا تھا۔ دنیا کو سچے دین پر لانا تھا، اللہ کے بچھڑے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانا تھا۔ اور دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرنا تھا۔ بعد والوں نے بیوقوفی کی کہ دنیا کے پیچھے پڑ گئے

تاریخ گواہ ہے کہ ہند میں باہر سے آنے والے مسلمانوں کی تعداد صرف چار پانچ لاکھ تھی، مگر تقسیم ہند کے وقت دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان تھے۔

ہمارے اسلاف بزرگ نے اور اولیائے کرامؒ نے تبلیغ دین کے لیے بہت ہی کوششیں کیں۔ ایک انگریز سمتھ لکھتا ہے کہ "حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر نوّے لاکھ ہندو مسلمان ہوئے" ان کے پاس کیا تھا؟ کوئی فوج تھی؟ فقط اللہ کی معرفت کا خزانہ تھا۔ ہر جگہ اللہ کے سچے بندے گزرے ہیں جنہوں نے دین کی تبلیغ کی۔ میں نے تاریخ ترکی میں دیکھا کہ ترک قوم کے تین لاکھ خاندان ایک دن میں مسلمان ہوئے۔ اللہ کا کرم کہ تبلیغ کی کوشش وہ پھل لائی کہ ایک زمانے میں بعض حکام کو یہ تدبیر کرنی پڑی کہ وہ اپنی رعایا کو مسلمان ہونے سے روکیں۔ ۱۰۰ھ میں خلافتِ عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں خراسان کے حاکم کو یہ خطرہ ہوا کہ جزیہ بند ہونے سے خزانہ خالی ہو جائے گا اس لیے اعلان کرنا پڑا کہ کسی کا اسلام اس وقت تک قبول نہ کیا جائے جب تک وہ بوڑھا نہ ہو۔ یہ تکلیف دہ بات تھی۔ اس حکم کے جاری ہونے سے اسلام کی ترقی رک گئی۔ اب خلیفہ کو اطلاع ملی کہ والیٔ خراسان نے اسلام پر پابندی لگا دی ہے تو آپ نے اس کو معزول کرکے دوسرے کو مقرر کر دیا اور فرمایا

---

[1] (ترجمہ) اور البتہ اگر ہدایت دیدیں اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے کسی آدمی کو بہتر ہے تیرے لیے دنیا اور اسکے اندر جو کچھ ہے اس سب سے - ۱۲

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے آئے تھے کہ اس پر اسلام کو موقوف رکھا جائے؟

میرے بھائیو! ہمارے اسلاف کی کوششوں سے اہل اللہ، علماءِ کرام اور عام مسلمانوں کی کوششوں سے دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان ہو گئے، اگر غلط کاری نہ ہوتی تو یقیناً ہندوستان کا اکثر حصّہ مسلمان ہو جاتا۔

میرے بزرگو! اللہ نے آپ کے دلوں میں تبلیغ کی محبت ڈالی۔ یہ مبارک کام ہے اور آپ مبارکبادی کے مستحق ہیں۔ اللہ آپ کو اس سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنے بھائیوں کی بھی۔ اللہ آپ کو مزید ہمّت عطا فرمائے۔

بھائیو! تنگ دل نہ ہو، اللہ کی رحمت کے اُمّیدوار رہو۔ سب کو اللہ کی رضا اور خوشنودی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاؤ، خود بھی عمل کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بناؤ، سیرت اختیار کرو۔ میں نے آپ بزرگوں کی بہت سی سمع خراشی کی۔ اب میں آپ حضرات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، آپ سے جدا ہوتا ہوں اور اُمّیدوار ہوں کہ میری معروضات پر غور و فکر فرمائیں گے۔ اور عملی کاروائیوں میں پُر زور حصّہ لیں گے۔

خدا آپ کی اور ہماری مدد فرمائے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؎

انتقالِ پُرملال

○ مورخہ ۱۸ رجب ۱۶ھ کو مولانا محمود الحسن صاحب اشرف (مہتمم دار العلوم اسلامیہ چھتر مظفر آباد) کے والدِ گرامی جناب قاضی محمد عبد اللطیف صاحب اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اِنّا للّٰہ واِنّا الیہ راجعون ؎ مرحوم اپنے علاقے کی بزرگ اور قابلِ احترام شخصیت تصور کی جاتی تھیں۔ دین اور علماء سے محبت رکھتے تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

○ گزشتہ ماہ مورخہ ۲۸ شعبان ۱۴۱۶ھ کو سکردو بلتستان کے ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا کثیر صاحب رحلت فرما گئے۔ اِنّا للّٰہ واِنّا الیہ راجعون ؎ مرحوم اپنے علاقہ کے قدیم عالم تھے۔ آپ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد اور ڈابھیل کے فارغ تھے۔ دار العلوم دیوبند میں بھی آپ نے تعلیم حاصل کی۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا شاہ الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ نے نوّے برس کے قریب عمر پائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

قارئین کرام سے ہر دو حضرات کے لیے دعاءِ مغفرت کی اپیل ہے۔

مغربی میڈیا اور عالم اسلام

مولانا محمد عیسیٰ منصوری (لندن)

روس کی شکست وریخت کے بعد مغرب سمجھ رہا ہے کہ اب دنیا میں مغرب کی بالادستی کی راہ میں واحد رکاوٹ اسلام ہے۔ اسے اس بات کا بھی خوف ہے کہ اگر دنیا کے کسی خطے میں اسلام اپنی صحیح ہیئت کے ساتھ نافذ ہوگیا تو کمیونزم کی طرح مغربی نظامِ حیات (ویسٹرن سولائزیشن) بھی ریت کی دیوار کی طرح ڈھے جائے گا۔ اس خوف سے مغرب دنیا کی اسلام دشمن طاقتوں کو ساتھ ملا کر اسلام کے مقابلہ پر صف آرا ہوگیا ہے۔ اس کے نزدیک اسلام پر کاری ضرب لگانے یا اسے ختم کرنے کا تاریخ میں ایسا سنہری موقع اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ آج کے دَور میں اسلام پر مغرب کا یہ حملہ ایک نئے رُخ سے ہے جسے ہم میڈیا وار کہہ سکتے ہیں۔ درحقیقت آج کا دَور میڈیا کا دَور ہے۔ اس کی طاقت ایٹم بم سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ میڈیا لاکھوں کروڑوں انسانوں کے ذہن ودماغ جس طرف چاہے موڑ دیتا ہے۔ غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ مغرب محض مؤثر اور طاقتور میڈیا کے ذریعہ ہمارے ذہنوں پر حکومت کر رہا ہے۔ وہ میڈیا کے ذریعہ ہماری سوچ کو متاثر کرتا ہے اور منصوبے کے تحت اسے خاص رُخ پر ڈالتا ہے۔ یہ دور جسمانی غلامی کا نہیں ذہنی غلامی کا ہے۔ ماضی میں جب ضعیف قوموں کو غلام بنایا جاتا تھا، تجارتی مقاصد کے لیے کمزور ملکوں کو نوآبادی اور کالونی بنایا جاتا تھا۔ اس وقت مغرب نے ایشیائی اور افریقی عوام کو غلام بنالیا تھا۔ اس دَور میں آپ کو کہیں انسانی حقوق کا ذکر نہیں ملے گا، کیونکہ انسانی حقوق کا فلسفہ مغربی استعمار کے مفادات کی نفی کرتا تھا۔ جب مغرب کی استعماری قوتوں کو آزادی کی تحریک کے آگے ہتھیار ڈال کر غلام ممالک سے رخصت ہونا پڑا تو اس کے ساتھ ہی انہیں ڈیموکریسی وجمہوریت اور انسانی حقوق کا خیال آگیا تاکہ اس راہ سے بھی کمزور اقوام کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا موقع مل سکے۔ اب مغرب نئی تیاریوں اور نئے ہتھیاروں سے مسلح ہوکر سامنے آیا ہے۔ وہ جسم کے بجائے انسانی ذہنوں کو غلام بنانا چاہتا ہے۔ ذہنی غلامی جسمانی غلامی سے کہیں زیادہ بدتر اور خوفناک ہوتی ہے اور اس دَور میں ذہن وفکر کو غلام بنانے کا سب سے 'مؤثر' ذریعہ میڈیا ہے۔ اس وقت سب سے اہم مسئلہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغربی

میڈیا کی یلغار ہے۔ ادھر چند سالوں سے ہماری کمزوری اور بے حسی اور غفلت کے سبب میڈیا کے راستے سے بھارت کی دیومالائی تہذیب بھی حملہ آور ہوگئی۔ شرک و بت پرستی جس کے تصوّر سے بھی ایک مسلمان کو کانپ جانا چاہیئے تھا، اللہ کے آخری پیغمبر کا ارشاد ہے: "اے ابوذرؓ! شرک تیرے نزدیک زندہ جلائے جانے اور جسم کے ٹکڑے کر دیئے جانے سے زیادہ اشد اور خوفناک چیز ہے"۔ اب ریڈیو، فلموں، ٹی وی پروگراموں اور سیٹ لائٹ کے ذریعے ہماری نئی نسلوں کے ذہن سے شرک و بت پرستی کی شناخت اور نفرت کھرچ کھرچ کر ختم کی جارہی ہے۔ یہی نہیں مرزائی و قادیانی اسلام کے لبادے میں نئی نبوّت کی دعوت اور ارتداد کی مہم پر سرگرم عمل ہوچکے ہیں۔ ہمیں نہ صرف میڈیا کے اس بے رحم حملے کو روکنا ہے، بلکہ میڈیا کا متبادل فراہم کرنا بھی وقت کا سب سے بڑا مسئلہ ہے جس پر بحیثیت مسلمان ہمارے وجود و بقا کا دارو مدار ہے۔ اگر اب بھی ہم نے غفلت برتی تو تاریخ اور آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔

اسلام کو ہر دَور میں بڑے بڑے چیلنجوں کا سامنا رہا ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ اسلام پر چودہ سو سالہ دَور میں اتنا نازک وقت کبھی نہیں آیا تھا۔ بلاشبہ تاتاریوں کا حملہ ایک بہت بڑا حملہ تھا، مگر اس کی نوعیت محض عسکری تھی اور چند ہی سالوں میں اسلامی تہذیب و علوم نے تاتاریوں کو دوبارہ فتح کرلیا تھا۔ اسی طرح اس صدی کے شروع میں کمیونزم کا حملہ ایک طاقتور فکری حملہ تھا، مگر اس کی نوعیت اصلاً اقتصادی تھی۔ یہ مغرب کے بے لگام سرمایہ دارانہ نظام کا ردِّ عمل تھا، مگر آج مغرب کا فکری حملہ تاریخ کا سب سے بڑا حملہ ہے جو ہمہ جہتی ہے۔ یہ حملہ فکری بھی ہے اور علمی بھی ... اقتصادی اور معاشی بھی ہے، تمدنی و تہذیبی بھی، یہ سیاسی بھی ہے اور عسکری بھی اور دنیا کے چپہ چپہ کو محیط ہے۔ روئے زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو اس کی یلغار اور دسترس سے محفوظ ہو۔ اسلامی تاریخ میں مغرب کے اس فکری حملے کی مماثلت کسی حد تک دوسری صدی ہجری میں یونانی علوم و فلسفے کی یلغار سے دی جاسکتی ہے۔ جب اسلام دنیا میں تیزی سے پھیل رہا تھا، یونانی علوم و فنون، فکر و فلسفہ کو اسلام کی تیز رفتار ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ ان علوم کو ذہن و فکر کو الجھانے اور دلوں میں ایمان و ایقان کی جگہ تذبذب و شکوک کے کانٹے بونے کے لیے استعمال کیا گیا، تاکہ اسلام پر سے اعتماد کو متزلزل کر دیا جائے، لیکن اس دَور کا مسلمان علم میں آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا اور مسلم علماء و مفکرین کا ہاتھ زمانے کی نبض پر تھا۔ انہوں نے وقت کے چیلنج کو قبول کیا اور یونانی علوم میں مہارت حاصل کی۔ ان افکار و نظریات و فلسفوں کا تنقیدی جائزہ لیا۔ ان سے غیر اسلامی اجزاء کو خارج کرکے ان علوم و فنون کو اسلام کا معاون و مددگار بنا دیا۔ حتیٰ کہ آج یہ اسلامی علوم و فنون سمجھے جارہے ہیں۔ گویا دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے یونانی فلسفہ و فکر کو مسلمان بنایا۔ اگر گزشتہ چند صدیوں، سے مسلمان پسماندہ نہ رہ گئے ہوتے اور علماء کا علم سائنس کے دَور سے رشتہ نہ کٹ

گیا ہوتا تو مغربی افکار و نظریات کا دقت نظر سے تنقیدی جائزہ لیتے ان سے مفاسد اور معز اجزار کو علیحدہ کر کے انہیں اسلام کا معاون بنا لیتے۔

اس کائنات میں انسانوں کی حقیقی تقسیم صرف ایک ہے اور وہ ایمان و کفر کی تقسیم ہے۔ ہر انسان مومن ہے یا کافر ہے۔۔۔ خالق کائنات کے نزدیک بھی، قرآن کے نزدیک بھی، تمام سماوی کتابوں کی رو سے بھی۔۔۔ آج بھی اور قیامت تک یہی سب سے بڑی اور قابلِ لحاظ تقسیم رہے گی۔ اس کے علاوہ دنیا میں انسانوں کی اور جتنی تقسیم ہیں، خواہ ملکی علاقائی بنیاد پر ہو اور قومی و نسلی بنیاد پر ہو یا لسانی بنیاد پر۔ یہ سب غیر حقیقی اور انسانوں کی خود ساختہ ہیں یا اس درجہ اہمیت نہیں رکھتیں جس طرح اسلام کا مقصد دنیا سے شرک و کفر کو مٹانا ہے۔ اسی طرح دنیائے کفر کا اوّلین مقصد اسلام اور مسلمان کو ختم کرنا ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں یہود کی ذہانت و ذکاوت اور مغرب کے وسائل اور طاقت اور برہمن کی مکاری اور عیاری اسلام دشمنی میں متحد ہو چکی ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس سے آج ہم سے بہت سے حضرات آنکھیں چراتے ہیں اور خود فریبی میں رہنا چاہتے ہیں، لیکن حالات و واقعات اور قدرت کے تازیانے بار بار اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں۔ میں ایک بات کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں جس کا مجھے گزشتہ چند دنوں میں کئی بار تجربہ ہوا۔ ہمارے بہت سے قابلِ احترام صحافی دوست ہر حالت میں غیر جانبداری کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔۔۔۔ یقیناً غیر جانبداری بہت بڑی خوبی ہے۔ قرآن مجید کی بھی تعلیم ''کسی فرد یا قوم کی دشمنی و عصبیت تمہیں بے انصافی پر آمادہ نہ کرے۔'' لیکن جہاں مسئلہ صحیح اور غلط کا ہو، حق و باطل کا ہو، ظالم و مظلوم کا ہو۔ وہاں غیر جانبداری سراسر ظلم ہے۔ وہاں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان غیر جانبدار نہیں بلکہ حق و صداقت کا طرفدار رہے۔

میں سمجھتا ہوں اس طرح کی اندھی غیر جانبداری مغربی فکر و تعلیم کی دین ہے اور شاید اس کی ایک چال بھی کہ حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز کو ختم کر کے مسلمان کو غافل کر دیا جائے، لیکن آپ دیکھیں گے کہ مغرب غیر جانبداری کا ڈھونگ رچا کر ہر جگہ اسلام کے خلاف ڈنڈی مار دیتا ہے۔ جب اور جہاں اسلام کا مسئلہ آیا مغرب کی غیر جانبداری عیاں ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال پاکستان کے کمیشن برائے انسانی حقوق کی وہ رپورٹ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''پاکستان میں خواتین کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کے بڑھنے کی وجہ اسلامی بنیاد پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔'' اسے مغربی میڈیا نے خوب اچھالا ہے۔ آپ ذرا اس جملے کا تجزیہ کیجئے کہ ''اسلامی بنیاد پرستی کے رجحان کا کیا مطلب ہے؟'' انسان کا مذہبی ہونا، شریعت کا پابند ہونا، جس شخص کو آخرت اور یوم الحساب کا خوف ہو وہ ایسے فعل کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کجا یہ کہ دینداری کو وجہ اور سبب قرار دیا جائے۔ اور خواتین کے ساتھ زیادتی کے بڑھنے والے واقعات کا میڈیا

یہ ایک جملہ کتنا خوفناک ہے۔ اس میں اسلام کا کیا تصوّر ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کی گئی۔ میڈیا نے ایک چھوٹے سے جملے سے اسلام کے خلاف کس قدر زہر ذہن میں بھرنے کی کوشش کی ہے۔

اس وقت دنیا میں دو فکروں کا تصادم برپا ہے۔ ایک اسلامی فکر دوسری مغربی فکر۔۔۔ مغربی فکر کا خلاصہ دو لفظوں میں دین و سیاست کی علیحدگی سے کیا جاسکتا ہے۔ مغرب کے نزدیک مذہب خالصتاً ایک نجی اور پرائیویٹ معاملہ ہے۔ اس کے نزدیک مذہب کی حدود، عقائد و عبادات پر ختم ہو جاتی ہیں۔ اسے کسی اجتماعی مسئلہ میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہے جبکہ اسلام اس تفریق کا قائل نہیں ہے۔ وہ انسان کے ہر انفرادی اور اجتماعی مسئلے میں رہنمائی کرتا ہے۔ فرد، معاشرہ، سیاست، معیشت، نظامِ حکومت، بین الاقوامی تعلقات تک کے احکام و فرائض دیتا ہے اور ضابطے مقرر کرتا ہے۔ وہ انفرادی و اجتماعی کسی مسئلے میں انسان کو بے لگام نہیں چھوڑتا۔ مغرب گاڈ (GOD) کو، مسیح کو اور بائیبل کو مانتا ہے، مگر صرف اس حد تک مسیح کو خدا کا بیٹا مان لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے۔ باقی وہ مسیح کو، ان کی لائی ہوئی شریعت و کتاب کو، حتیٰ کہ مسیح کے باپ کو یہ حق دینے کے لیے تیار نہیں کہ وہ اجتماعی مسائل سیاست، معیشت و اقتصادیات، معاشرت، نظم و نسق و قانون میں دخل اندازی کرے۔ مغرب کے اس فکر و فلسفے کی جڑیں یورپ کی گزشتہ چار سو سالہ تاریخ میں پیوستہ ہیں۔ یورپ کے عوام ہزار ہا سال سے بادشاہت و مذہبی پادریوں کے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ سولہویں صدی عیسوی میں جب یہاں علم و سائنس اور ٹیکنالوجی کا دَور شروع ہوا اور یورپ کا انسان بیدار ہونے لگا۔ اس نے قدرت کے مخفی خزانوں کا انکشاف اور اس کی تسخیر شروع کی اس وقت یہاں کے مذہبی رہنماؤں نے اپنی عاقبت نااندیشی سے علم و سائنس سے انکار کی راہ اختیار کی۔ یورپ کے اس دَور کے مذہب و سائنس کی کشمکش کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے مذہبی رہنماؤں نے احتساب کی عدالتیں قائم کرکے ہزار ہا انسانوں کو ان کے علمی نظریات کی بنیاد پر جیسے زمین کا گول ہونا، حرکت کرنا یا اس میں کشش کا ہونا، اذیت ناک سزائیں دیں اور انہیں زندہ جلایا، سولی چڑھایا، پادریوں کے اس علم دشمن رول کی وجہ سے یہاں کے عوام کے دلوں میں مذہب کے خلاف ایک طرح عناد جڑ پکڑ گیا۔ کہ مذہب علم و سائنس کا دنیاوی ترقی و بہبود کا دشمن ہے۔ میں مذہب کے خلاف اس بدگمانی میں یورپ کی اقوام کو بڑی حد تک معذور سمجھتا ہوں۔ توقع تھی کہ آہستہ آہستہ یہ زخم بھر جائے گا اور نفسِ مذہب کے خلاف جو نفرت و عناد پیدا ہوگیا ہے وہ وقت گزرنے کے ساتھ ختم ہو جائے گا، لیکن اس دوران یہاں ایک اور شاطر و عیار طبقہ سامنے آگیا جس نے اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا کر مذہب دشمنی کی چنگاری کو ہوا دینی شروع کی تاکہ مذہب دشمنی کی آگ پر اپنے مفادات کی روٹیاں سینک سکے اور خدا و مذہب

کی جگہ اپنا اقتدار قائم کر سکے۔ یہ طبقہ تھا نسل پرست صیہونیت اور یہاں کے اشراقیہ کا ہے۔

یہ انسان کی بدنصیبی تھی کہ گزشتہ صدیوں میں دنیا کے بیشتر حصہ پر اور عالمِ اسلام پر یورپ کی حکمرانی رہی۔ اس نے تعلیم، ابلاغ اور تمام وسائل بروئے کار لاکر اس مغربی فکر کو ذہنوں میں اس طرح راسخ کر دیا کہ مسلم دُنیا کا کوئی طبقہ اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا۔ حتیٰ کہ علمار کا طبقہ جن کا استعمار دشمنی اور اخلاصِ وطن کی راہ میں جہاد و قربانی کا نہایت شاندار اور عظیم ریکارڈ ہے وہ بھی غیر شعوری طور پر اس فکر کا شکار ہو گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دینی مدارس و جامعات میں فقہ و حدیث کے درس میں استاد کا پورا زورِ بیان اور تحقیق عقائد و عبادات پر رہتا ہے۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک زیادہ زور مار اتو کتاب النکاح و کتاب الطلاق ... حالانکہ حدیث و فقہ کی انہی کتابوں میں کتاب البیوع بھی ہے، کتاب الاجارہ، کتاب الامارۃ بھی، کتاب المزارعہ بھی اور قضا، سیاست اور مملکت کے متعلق دیگر ابواب بھی مگر ہم ان سے اس طرح گزر جاتے ہیں، گویا یہ سب منسوخ ہو چکے ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں علمار نے جس دشمن کے خلاف جہاد شروع کیا تھا ان کے بعد والوں نے اسی کی فکر کو گلے لگا لیا۔ ایک عزیز نومسلم دوست کا تجزیہ مجھے بہت پسند آیا۔ گزشتہ دنوں ایک ملاقات میں اُنہوں نے کہا برصغیر میں ۱۸۵۷ء میں مسلم حکمرانوں اور علمار نے انگریز سے جو شکست کھائی تھی اس وقت علمار نے محسوس کر لیا تھا کہ عسکری میدان میں انگریزی قوت کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اگر مزید میدان میں ٹھہرے تو انگریز کچل کر ختم کر دے گا۔ انہوں نے وقت کی حکمت عملی کے تحت دیوبند، گنگوہ جیسے چھوٹے قصبات میں دینی مراکز قائم کیے تاکہ جتنا دین کو بچایا جا سکے بچا لیا جائے۔ چنانچہ وہ دینی علوم و فنون، اسلامی معاشرت و تمدن اور ایک مسلمان کا خدا و مذہب سے تعلق باقی رکھنے کی جدوجہد میں لگ گئے۔ اگرچہ ان کے پیشِ نظر افراد سازی اور بھرپور تیاری کر کے دوبارہ میدان میں آنا بھی تھا۔ مگر بعد کے حالات نے انہیں فرصت نہیں دی۔ ان علمار کے میدان چھوڑنے سے جہاں یہ فائدہ ہوا کہ ہندوستان دوسرا اسپین بننے سے بچ گیا وہیں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ علمار کا طبقہ زمانے سے کٹ گیا۔ علم و فکر کا قافلہ ۱۸۵۷ء میں جہاں تھا یہ اب تک اسی بارڈر پر ہے۔ اس ڈیڑھ صدی میں علم و سائنس اور صنعت و ٹیکنالوجی نے جو بے مثال ترقی کی ہے یہ اس سے بے بہرہ ہو گئے جس کی وجہ سے زمانے کو سمجھنے کی بصیرت اور شعور گھٹتا چلا گیا، لیکن ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے آج جتنا علم و دین باقی ہے حتیٰ کہ یہاں مغرب میں بھی مساجد و مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے یہ سب انہی حضرات کی سعی و کاوشوں کا ثمر ہے۔

آج دنیا میں تصادم دو فکروں کا ہے اور بظاہر مغربی فکر ہر طرح حاوی اور غالب، توانا و طاقتور ہے لیکن

اہلِ بصیرت سے مخفی نہیں کہ مغربی فکر وتہذیب اپنی طبعی عمر پوری کر چکی ہے ۔ عرصہ سے اس کا کھوکھلا پن نمایاں ہو چکا ہے ۔ اس کے اندر انسانیت کو مزید کچھ دینے کی صلاحیت باقی نہیں رہی ۔ بقول شاعرِ مشرق علامہ اقبال "یہ تہذیب اپنے ہی خنجر سے خود کشی کرنے پر تلی ہوئی ہے ۔" یہی وجہ ہے کہ یہاں کے مفکرین اور دانشور ہی نہیں آپ کا پرائم منسٹر بھی ... بنیادوں کی طرف واپسی پر مہم چلانے پر مجبور ہے ۔ کہاں تو اسلام کے خلاف بنیاد پرستی کی گالی وضع کی تھی اور کہاں بنیادوں کی طرف واپسی کی مہم چل پڑی ۔ علامہ اقبال نے یورپ کے آخری سفر سے واپس جاتے ہوئے فلسطین کے خطاب میں ایک فکر انگیز بات فرمائی تھی ۔ آپ نے فرمایا تھا "پوری انسانیت کی آخری پناہ گاہ بالآخر اسلام ہی ثابت ہوگا ۔" یہ بات مغرب جتنی جلدی سمجھ لے اس کے لیے بھی بہتر ہے اور مشرق کے لیے بھی ...
ایک جگہ علامہ نے لکھا ہے کہ "میں نے تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے ۔ میں نے یہ عجیب بات دیکھی کہ جب کوئی نازک وقت آیا تو اسلام نے آگے بڑھ کر مسلمان کی حفاظت کی ، مسلمان نے کبھی اسلام کی حفاظت نہیں کی ۔" علامہ اقبال کہا کرتے تھے ، "اس دور کا مجدد کہلانے کا وہی شخص مستحق ہوگا جو اسلامی شریعت کی برتری ثابت کرے اور زندگی سے اس کا پیوند لگائے اور ثابت کرے کہ اسلامی قانون ، وضعی قانون اور انسانوں کے تمام خود ساختہ قوانین سے آگے ہے ۔ زمانے کے آگے کی چیز ہے ، زمانہ اس سے آگے نہ بڑھ سکا ۔ دنیا نے خواہ کتنی ہی ترقی کی ہو لیکن اسلامی قوانین اس کی راہنمائی کی اب بھی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ اس کے تمام سوالات کے جوابات دیتے ہیں ۔ انسانی زندگی میں پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل ان کے اندر موجود ہے ۔ ان میں ایک بالغ اور ترقی یافتہ زمانے اور معاشرے کی تنظیم کی بہترین صلاحیت ہے ۔

اس وقت کا سب سے بڑا مسئلہ اور سب سے بڑا بحران یہ ہے کہ مغربی فکر وتعلیم نے اسلام پر سے جدید طبقے کے اعتماد کو متزلزل کر دیا ہے ۔ آج کا تعلیم یافتہ انسان کہتا ہے کہ اسلام نے ایک زمانے میں بے شک اچھا کام کیا تھا ، اچھا پارٹ ادا کیا تھا ۔ اب زمانہ بدل گیا ہے ۔ اُس وقت زمانہ بہت ہی غیر ترقی یافتہ تھا ۔ اب ماڈرن ہو چکا ہے ۔ زمانہ بہت ترقی کر گیا ہے ۔ اب اسلام اس زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتا ۔ یہ ہے وقت کا اہم مسئلہ ... اب یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام اس تنزّل کے بعد بھی زمانے کو ہلاکت سے بچا سکتا ہے ۔ اسلام اس دَور کو راہ پر لگا سکتا ہے ۔ اسلام اس زمانے کو مبارک بنا سکتا ہے ۔ اسلام اس زمانے کو رہنے کا سلیقہ سکھا سکتا ہے ۔ تعلیم یافتہ طبقہ کا اسلام پر اعتماد واپس لانا ہے ۔ اسلام کی ابدیت پر ، اس کی افادیت پر ، اس کی صلاحیت پر یقین بحال کرنا ہے میرا ۲۰ سالہ تجربہ ہے ۔ ہم لوگ مکتب و مدرسہ میں ۶/۷ سالہ بچے کو اسلام پڑھاتے ہیں ۔ جب بچہ ۱۳/۱۴ سال

کی عمر میں مکتب سے فارغ ہوکر نکلتا ہے تو یہاں کا میڈیا اس کے ذہن کو اس طرح شکار کرتا ہے اور اس پر قبضہ کرتا ہے کہ چند سال میں جو کچھ اس نے مسجد و مدرسہ میں پڑھا تھا اس کا بڑا حصّہ بھول چکا ہوتا ہے اور اس پر یہاں کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ ہماری مثال اس بڑھیا کی سی ہے جو صبح سے شام تک چرخہ کاتتی ہے اور شام کو اسے الٹا گھما کر خود برباد کر دیتی ہے۔ اسی طرح ہماری ساری دینی تعلیمی کوششوں پر یہاں کا میڈیا پانی پھیر دیتا ہے۔ ہم بچے کے ذہن و دماغ میں اسلام کی بنیاد تعمیر کرتے ہیں اور میڈیا اسے مسمار کر دیتا ہے۔ مغرب کے میڈیا کا اسلام کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار انسانی حقوق کا مسئلہ ہے جسے مغربی میڈیا نہایت عیاری سے اسلام کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ نصف صدی پہلے تک جن لوگوں کے نزدیک کروڑوں انسانوں کی حیثیت حیوانوں سے زیادہ نہیں تھی وہ اچانک انسانی حقوق کے ٹھیکیدار بن گئے۔ گویا پرانے شکاری اب نیا جال لے کر آئے ہیں۔ انسانی حقوق کی تعریف کیا ہے؟ اس کی حدود کیا ہیں؟ وہ کہاں پامال ہو رہے ہیں؟ اس کا فیصلہ بھی امریکہ اور مغرب کرے گا، تاکہ اس حوالے سے بھی مغرب کو کمزور ممالک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کا موقع مل سکے۔ آپ فلسطین سے فلپائن تک، بوسنیا سے کشمیر تک، مغرب کے انسانی حقوق کی حقیقت کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ آج کل مصر اور الجزائر میں ہزاروں بے قصور انسانوں کو جس طرح بے رحمی سے قتل کیا جا رہا ہے اس پر مغربی میڈیا کی مجرمانہ خاموشی بہت کچھ بتا رہی ہے۔ مغرب کے انسانی حقوق کی حقیقت سمجھنے کے لیے ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ پاکستان کے ممتاز دانشور جناب ڈاکٹر صفدر محمود نے روزنامہ "جنگ" میں اپنا ایک دلچسپ واقعہ لکھا تھا۔ انہیں جون ۱۹۹۱ء میں ایک بین الاقوامی سیمینار میں شرکت کے لیے سان فرانسسکو جانا پڑا۔ اس سیمینار میں ایشیائی ممالک کے اسکالرز کے علاوہ مختلف امریکی یونیورسٹیوں سے بھی ممتاز پروفیسر صاحبان بلائے گئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے سیمینار کے آغاز سے ایک روز پہلے ٹی وی آن کیا تو ایک دلچسپ خبر مع تبصرہ سننے کو ملی۔ کیلیفورنیا کی ریاست میں جنگلات کے وسیع ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ سال بھر تعمیرات کے لیے لکڑی کی کٹائی کا عمل جاری رہتا ہے۔ خبر یہ تھی کہ کٹائی کے دوران ماہرین جنگلات کو اچانک پتہ چلا کہ اس جنگل میں ایک الو صاحب نے اپنا ایک مستقل گھر بنا رکھا ہے اور جب سے درختوں کی کٹائی کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ الو صاحب اداس رہنے لگے ہیں۔ الو کی اداسی کی خبر سے اس علاقے میں احتجاج ہوا اور کیلیفورنیا کی حکومت نے کٹائی روک دی۔ جس سے لکڑی کی قیمت میں اضافہ ہوگیا اور مکانوں کی تعمیر قدرے مہنگی ہوگئی۔ اگلے دن سیمینار کے دوران چائے کا وقفہ ہوا تو میں نے ممتاز امریکی پروفیسر صاحبان سے اس خبر کا تذکرہ کیا۔ وہ پہلے ہی اس سے آگاہ تھے۔ ان کے چہرے خوشی سے گلاب کی طرح کھل گئے۔ اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

میں نے یہ سوال داغ دیا کہ آپ نے ایک پرندے کی اداسی کی خاطر جنگل کی کٹائی روک کر لکڑی کی قیمت میں اضافہ برداشت کر لیا، لیکن چار ماہ قبل عراق کے بے قصور اور معصوم شہریوں پر بموں کی بارش کی جارہی تھی اس پر یہاں کوئی احتجاج نہیں ہوا۔ کیا آپ کو ایک جانور ہزاروں مسلمانوں کی زندگی سے زیادہ عزیز ہے؟" وہ لکھتے ہیں "میرے سوال سے ان کے چہروں کے رنگ اڑ گئے"۔ اس ایک واقعہ سے مغرب کے انسانی حقوق کی حقیقت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اس دور کا سب سے بڑا چیلنج میڈیا ہے اور یہ انسانیت کی بدقسمتی ہے کہ میڈیا کا مؤثر ترین اور طاقتور ہتھیار ان لوگوں کے پاس ہے جن کے پاس نہ انسانیت کے غم میں تڑپنے والا دل ہے اور نہ اس کی بدنصیبی پر آنسو بہانے والی آنکھیں، نہ انسانیت کی بہبودی و تعمیر کا کوئی پروگرام۔ میڈیا کی یہ طاقت تعمیر کے بجائے تخریب کے لیے، کردار و اخلاق سنوارنے کے بجائے اسے راہ سے بھٹکانے کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔

اس وقت کا چیلنج اور تقاضا ہے کہ وہ لوگ جو خیرِ امت ہونے کے دعویدار ہیں۔ جو انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور بہی خواہ کی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ دنیا کے سارے انسان اللہ کی فیملی ہیں اور خدا کے نزدیک وہ بہتر ہے جو انہیں نفع اور فائدہ پہنچانے والا ہے۔ اور جو انسانیت کی تباہی و بربادی کا غم رکھتے ہیں آگے بڑھیں ہمارے اسلاف نے دوسری صدی ہجری میں یونانی فکر و فلسفہ کا چیلنج قبول کر کے اسے اسلام کا معاون بنا لیا تھا۔ ان کے نقش قدم پر آج کا چیلنج قبول کریں۔ اس میڈیا کو مسلمان بنائیں، اس صحافت کو ریڈیو، ٹی وی اور سیٹ لائٹ کو مشرف بہ اسلام کریں۔ انہیں انسانیت کی تعمیر و بھلائی کے لیے استعمال کریں۔ علوم کی اشاعت، اخلاق کی تعلیم، کردار سازی اور بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہنمائی کے لیے استعمال کریں۔ الحمد للہ یہاں میڈیاں کے مختلف شعبوں کے ماہرین اور ذمہ دار موجود ہیں وہ اس چیلنج کو قبول کریں۔ یہ کام صرف علماء یا کسی خاص طبقہ کا نہیں، بلکہ ہر مسلمان کا ہے۔ یہ اس ملتِ بیضاء کی خصوصیت رہی ہے کہ جب اسلام نے پکارا تو مسلمانوں کے تمام طبقات نے دل و جان کی بازی لگادی۔ مغربی فکر و میڈیا کا جواب اسی یورپ کی سرزمین پر دینا ہے۔

ایک بات واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ مغرب کے ۹۵ فیصد عوام کی اسلام سے کوئی لڑائی نہیں۔ یہ غریب خود منزل کی تلاش میں سرگرداں اور ایک مخصوص طبقے کے ستم کا شکار ہیں۔ یہ محبت و شفقت اور رحم کے مستحق ہیں، بلکہ درحقیقت ہمارے لیے خام مال یعنی RAW میٹیریل ہیں۔ انہیں میں سے آج کے عکرمہ بن ابی جہل، خالد بن ولید پیدا ہو سکتے ہیں۔ ان میں ہزارہا اسلام کے علمبردار بن سکتے ہیں ~

معمارِ حرم باز ، بہ تعمیرِ جہاں خیز

مغربی میڈیا کا متبادل فراہم کرنا مسلم دنیا کی ۵۰ سے زائد حکومتوں کی دینی، قومی اور اخلاقی ذمہ داری تھی، مگر یہ حکومتیں اب تک کوئی خبر رساں ایجنسی تک قائم نہ کرسکیں۔ مغرب نے ہر جگہ اپنے آلۂ کار مسلط کر رکھے ہیں۔

یوں تو ۲۰ سال سے مسلم ممالک کی تنظیم او آئی سی کے ایجنڈے پر میڈیا سرِ فہرست ہے اور جدہ میں برسہا برس سے اس کے لیے ایک عالی شان عمارت میں دفتر بھی قائم ہے، مگر اہلِ نظر جانتے ہیں کہ اس کا مقصد عالمِ اسلام کے لیے خبر رساں ایجنسی و سیٹ لائٹ کا قیام نہیں بلکہ مسلم دنیا میں اگر کوئی کام ہو رہا ہے تو اسے روکنا ہے۔ مسلم دنیا کے حکمران ہی نہیں ان کے زیرِ اثر دینی تنظیموں تک کے لیے اسلام سے زیادہ مغرب کا وفادار و بہی خواہ ہونا ضروری ہے، کوئی شخص خواہ کتنا ہی قابل ہو، جیب تک "پرو امریکی" نہ ہو وہ رابطہ عالمِ اسلامی کا ممبر بن نہیں سکتا۔ اگر وہ دل سے اسلام اور مسلمانوں کا درد رکھتا ہے تو ڈاکٹر سعبداللہ عمر نصیف کی طرح علیحدہ کر دیا جائے گا۔

درخواست ایک گاؤں

کتاب حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و واقعات کا ایک مجموعہ ہے۔ سیّد امین گیلانی کی ذات تعارف کی محتاج نہیں۔ نصف صدی سے ان کا اشہبِ قلم نظم و نثر میں اپنی جولانیوں کا دلآویز مظاہرہ کر رہا ہے اور آپ حضرات سے یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ گیلانی صاحب حضرت درخواستی رحمۃ اللہ کے پچیس تیس برس سفر و حضر میں رفیق رہے بقول غالب

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

قلم گیلانی صاحب کا، ذکر حضرت درخواستیؒ کا۔ ٹائیٹل خوبصورت۔ ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ۔

قیمت : ۳۵ روپے۔

قدرت کے کرشمے

از : سیّد امین گیلانی

کچھ دیدہ کچھ شنیدہ دلچسپ واقعات کا مجموعہ جن میں حیرت، عبرت، نصیحت کے پُراثر سبق ہیں جنہیں پڑھ کر قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خوبصورت ٹائیٹل قیمت ۳۲ روپے۔

اپنے شہر کے ہر دینی کتب خانہ سے یا ادارۃ السادات شرقپور روڈ شیخوپورہ سے خرید سکتے ہیں

مجاہدِ عظیم شہیدِ اسلام
شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی رحمہ اللہ

حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کی ذاتِ اقدس سرچشمۂ علومِ دینیہ اور منبع برکاتِ اخرویہ تھی۔ شاہ صاحب کا خاندان پہلے ہی سے علم و عمل سے آراستہ اور کمالاتِ ظاہری و باطنی کا آئینہ دار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے باکمال آباؤ اجداد کے اجر میں اضافے کا سامان اس طرح مہیا کیا کہ آپ کے چار صاحبزادے جسمِ ملت بیضا کے لیے چار عناصر ثابت ہوئے۔ تین صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ، حضرت شاہ رفیع الدینؒ اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ تو اپنی تصنیفات اور خدمتِ قرآن و حدیث کے سلسلہ میں مشہور و معروف ہیں۔ چوتھے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالغنیؒ سوانح کی حد تک غیر معروف رہے۔ تذکرہ نگاروں کو ان کے حالات پورے طریقے سے بہم نہیں پہونچ سکے۔ حیاتِ ولی کا مؤلف بھی یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ "مجھے افسوس ہے کہ شاہ عبدالغنیؒ کے حالاتِ زندگی کسی ایسے وسیلے سے دستیاب نہ ہوئے جنہیں بے کم و کاست یقین کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ میں ان واقعات کو بالکل قلم انداز کرتا ہوں جو لوگوں کی زبانی سنے گئے ہیں۔ اور کسی تذکرے یا تاریخ میں نہیں دیکھے گئے۔ البتہ ایک جملہ حیاتِ ولی میں ان کے بارے میں ایسا لکھ دیا گیا ہے جس سے ان کی عالی مقامی اور باکرامت زندگی کا اچھا خاصہ اندازہ ہو جاتا ہے۔

"وضع لباس میں اپنے والد بزرگوار (حضرت شاہ ولی اللہؒ) کے اس درجہ مشابہ تھے کہ جس نے انہیں نہ دیکھا تھا وہ آپ کو دیکھ کر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا۔"

ان شاہ عبدالغنیؒ کی شہرت ان کے صاحبِ فضیلت فرزند شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ کے ذریعہ مقدر ہو چکی تھی۔ بڑی سے بڑی کوئی کتاب بھی شاہ عبدالغنیؒ تصنیف کرتے تو ان کو وہ لازوال شہرت اور ابدی معروفیت حاصل نہ ہوتی جو اس عالم دین متین محافظ ملت، مجاہد و شہید فی سبیل اللہ فرزند کے دینی کارناموں سے حاصل ہوئی۔ بہرحال ان کے لیے یہی بات کافی ذریعۂ افتخار ہے کہ ان کی تربیت سے ان کا نورِ چشم اتنی صفات کا مالک ہوا کہ ان کا احاطہ مشکل ہے۔ کیا ٹھکانہ ہے اس فرزندِ توحید کی جدوجہد کا۔ اس نے شریعتِ غرا کی تابانی برقرار رکھنے اور ملتِ

بیضا کی سرسبزی و شادابی بڑھانے کے لیے مسلسل و پیہم کوششیں کیں اور اپنی زندگی کا آخری لمحہ اور خون کا آخری قطرہ اسی متاعِ عزیز پہ قربان کر دیا۔ عالم بھی، درویش بھی، مقرر بھی، مناظر بھی، حافظ و قاری بھی، غازی و شہید بھی، منتظم و باوقار و شوکت بھی، کتنی خوبیاں تھیں جو ایک فردِ واحد میں جمع ہوگئی تھیں۔ ان کے زمانے ہی میں ان کے بعض حاسدان کی خوبیوں کو دیکھ کر جلنے لگے تھے۔ ان کی برائیاں کرتے تھے۔ ان کی مذمّت کے درپے رہتے تھے، مگر ان "شپرہ چشموں" کی انھوں نے کوئی پروا نہیں کی۔ دین کا کام اسی لگن اور دُھن کے ساتھ کرتے رہے اور ان کی زبان خاموشی سے اس شعر کو دہراتی رہی۔

واذا اتتك مذمتي من ناقص   فهي الشهادة لي باني كامل

(جب کوئی ناقص آدمی میری مذمّت تم سے بیان کرے تو یہ میرے کامل ہونے کی مکمل دلیل ہے۔)

اہلِ زمانہ نے ان کے کارناموں کو بے قصد اور بالقصد بہت کچھ بھلانا چاہا۔ تساہل پسند اپنوں نے کچھ غفلت برتی۔ ناخدا ترس بیگانوں نے تہمتیں دھریں۔ شہیدؒ کے زریں کارناموں اور شہ کاروں کو قرطاسِ عالم نے مٹانا چاہا، لیکن خدا کا روشن کیا ہوا چراغ کہیں بجھائے سے بجھ سکتا ہے؟ شہیدؒ کے کارنامے ابھرے، ابھر رہے ہیں اور جتنا زمانہ اور اور آئے گا شہیدؒ کی خدماتِ علیہ اجاگر ہوتی چلی جائیں گی۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبرؔ پھول پتّوں میں نہاں ہوکر

مرزا حیرت مرحوم نے سوانحِ اسمٰعیل میں حیاتِ طیبہ لکھی، لیکن اس میں اپنے ذوقِ خاص کی تسکین شامل فرما کر بہت سی باتیں بلا تنقید و تحقیق درج کر دی ہیں اور بے موقع مباحث چھیڑ کر کتاب کو طویل بنایا ہے۔ سچ پوچھو تو اس میں عبارت آرائی زیادہ اور سوانح کا عنصر کم ہے۔ ان کے قلم کی جولانی نے بہت سے مواقع پر ان کو خلافِ حقیقت نتائج نکالنے پر آمادہ کیا ہے۔ پھر بھی غنیمت ہے کہ ایک سوانحِ عمری لکھ تو دی۔ ایک زیرک و مبصر ناظر اس میں کار آمد حصہ محنت کر کے جدا کر سکتا ہے۔ سوانحِ احمدیہ میں بھی حضرت شہیدؒ کے کچھ حالاتِ زندگی بیان کیے گئے ہیں لیکن ان سے اجمالی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نے اور مولانا غلام رسول مہر نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے نقوشِ سیرت کو اجاگر کرتے ہوئے ضمنی طور پر حضرت شہید دہلویؒ کا ذکرِ خیر کر دیا ہے۔ بہ نظرِ غور دیکھا جائے تو حضرت شہیدؒ کے سوانح کا ہر ہر صفحہ حضرت مولانا شہیدؒ کی زندگی کا بھی پتہ دیتا ہے۔ جب سے حضرت مولانا شہیدؒ نے حضرت سیّد السادات سے اپنی نسبتِ معنوی درست کی ہے۔ اس وقت

سے لے کر آخر لمحۂ حیات تک یہ سائے کی طرح پیر و مرشد کے ساتھ ساتھ اور میدانِ جدّ وجہد میں قدم قدم پر ہمرکاب رہے۔ حضرت سیدؒ کے تمام ہی رفقاء آسمانِ خلوص و صداقت کے روشن ستارے تھے، لیکن حضرت شہید دہلویؒ اور حضرت مولانا عبدالحئ بڈھانوی یہ دو شخصیتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی مؤرخ و سیرت نگار ان کے کارنامے نظرانداز کر کے سیدّ صاحبؒ کی سیرت مرتب کرنا چاہے تو ناکامیاب ہو جائے گا۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ کے ایماء سے یہ چند اوراق حضرت مولانا شہیدؒ کی کتابِ زندگی سے پیش کر رہا ہوں۔ میں حضرت شہید دہلویؒ کے سوانح کے سلسلے میں کوئی سیر حاصل مقالہ لکھنے کی استعداد و صلاحیت اپنے اندر نہیں پاتا، البتہ اتنا ہوگا کہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ حضرت شہیدؒ کا تعارف کرا دوں گا ــــ اور بس ؏

آنکھ نرگس کی دہن غنچے کا حیرت میری

یہ مصرع میری اس تحریر پر پورا پورا صادق ہے ــــ اللہ تعالیٰ حق بات لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس تحریر کو میرے لیے اور تمام ناظرین کے لیے نافع اور مفید بنا دے۔ آمین

ولادت

حضرت مولانا شہیدؒ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ کو اپنی ننہیال پہلت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک شاہ عبدالغنی اور والدہ مکرمہ کا نام فاطمہ ہے۔ جو مولوی علاؤالدین پھلتی کی صاحبزادی تھیں۔ انہیں مولوی علاؤالدین کے پوتے شیخ کمال الدین پھلتیؒ سے شاہ صاحبؒ کی ہمشیرہ رقیہ منسوب ہوئی تھیں۔

تعلیم و تربیت

آپ نے جب ہوش سنبھالا تو قرآن شریف حفظ کرنے کے لیے ایک معلم کے پاس بٹھا دیا گیا۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ آپ کے بعض سوانح نگاروں کے بے ترتیب بیانات پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حفظِ قرآن کے ساتھ ساتھ آپ کو ترجمہ و معانی قرآن سے بھی آگاہ کیا گیا۔ اور ریاضی بھی پڑھائی گئی۔ آپ کی عمر چھ سات سال کی ہوگی جب آپ کو اقلیدس کے اصولِ موضوعہ و متعارفہ پڑھائے اور سمجھائے گئے۔ جبر و مقابلہ، علم مثلث، مساحت وغیرہ وغیرہ۔ ریاضی کی اہم معلومات آپ نے حفظِ کتاب اللہ ہی میں حاصل کر لیں۔

اس کے بعد دو تین برس میں صرف و نحو کی کتبِ متداولہ اپنے والد بزرگوار سے نکال لیں اور صرف و نحو میں مہارت تامہ حاصل کی اس کے بعد کچھ معقول کی کتابیں بھی اپنے والد سے پڑھیں۔ جب آپ کی عمر دس سال کی تھی تو ۱۶ رجب المرجب ۱۲۰۳ھ (مطابق ۱۲ اپریل ۱۷۸۹ء) کو آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اسی وقت سے شاہ عبدالقادرؒ نے

ان کو اپنے دامنِ تربیت میں لے لیا اور بالکل اپنی اولاد کی طرح آپ کا خیال رکھا۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد زیادہ تر کتابیں شاہ عبدالقادرؒ سے پڑھیں۔ شاہ رفیع الدینؒ سے بھی آپ نے پڑھا۔ جب آپ کی عمر بارہ سال کی تھی آپ اس وقت صدرا پڑھتے تھے۔ تمام موقوف علیہ کتابیں ختم کر لینے کے بعد حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے حلقۂ درس میں پڑھی۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ شاہ صاحبؒ کے خاندان میں علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علومِ عقلیہ کا بھی رواج تھا۔ اس لیے آپ نے علومِ عقلیہ و نقلیہ دونوں میں دستگاہ کامل حاصل کر لی تھی۔ اس خاندان میں تاریخ و جغرافیہ بھی پڑھنے پڑھانے کا دستور تھا۔ اس زمانے میں جغرافیہ کی جو کتابیں مسلمان مصنفوں کی شاملِ درس تھیں وہ مولانا شہیدؒ نے پڑھیں۔ مولانا شہیدؒ تاریخ سے بھی بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ بہترین ذکاوت، اعلیٰ درجے کی ذہانت اور ایک عمدہ حافظہ قدرت کی جانب سے آپ کو ودیعت کیا گیا تھا۔ قلبی قوت، دینی جرأت اور مذہبی حمیّت کے ساتھ ساتھ یہ علمی پختگی بھی جو زمانۂ طالبعلمی سے آپ کو منجانب اللہ حاصل ہو چکی تھی اس پائے کی تھی کہ آپ کے معاصرین میں سے بڑے بڑے دعویدارانِ علم کو آپ کی قابلیت کا لوہا ماننا پڑا۔ اور آپ کی علمی ہیبت ان کے قلوب پر ہمیشہ طاری رہی۔

سپاہیانہ فنون اور ورزشیں

آپ نے گھوڑے کی سواری میاں رحیم بخش چابک سوار سے سیکھی۔ اس میں اتنی مشق بڑھالی تھی کہ چاہے کیسا ہی منہ زور گھوڑا ہو بے زین اس پر سوار ہو کر اس کو دوڑا سکتے تھے۔ گو آپ دُبلے پتلے اور متوسط قد کے تھے، لیکن بلند سے بلند گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہی بے رکاب چڑھ جانا اور پھر آسانی سے اتر آنا ایک معمولی بات تھی۔ بنوٹ وغیرہ مرزا رحمۃ اللہ بیگ سے سیکھی۔ جو شہزادوں کے استاد تھے اور اپنے فن میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ نے کشتی کا فن بھی سیکھا تھا۔ گولی کا نشانہ بھی آپ کا بہت اچھا تھا۔ اور اس کی بھی مشق کرتے رہتے تھے۔ غرضیکہ ۲۱ سال کی عمر میں تمام جنگی فنون میں آپ نے مہارتِ کاملہ حاصل کر لی تھی۔

آپ نے تیرنا بھی سیکھا تھا۔ علاوہ ازیں جاڑوں کے زمانے میں بے سرما کپڑوں اور بغیر لحاف کے رہنے کی بھی مشق کی۔ موسم سرما میں اکہرے کپڑوں سے مکان کی چھت پر ٹہلتے رہتے تھے۔ سخت دھوپ میں تپتی ہوئی زمین پر آہستہ آہستہ برہنہ پا چلنے کی بھی مشق کی۔ کم کھانے اور کم سونے کی بھی مشق کی تھی اور نیند پر اتنا قابو پا لیا تھا کہ جب چاہیں سو رہیں اور جب چاہیں جاگ اٹھیں۔ یہ قوتیں کم و بیش قبضے میں آگئیں تو تقریر کی قوت بڑھائی۔ ایک دن میں چار چار وعظ دو دو تین تین گھنٹے تک کہنے کا اتفاق ہو جاتا تھا۔ لیکن کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ کی آواز بیٹھی ہو

یا وعظ کے درمیان میں پانی پینے کی ضرورت ہوئی ہو۔

نکاح شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادی تھیں۔ جن کا نام مسماۃ زینب تھا۔ ان کا عقدِ نکاح شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے فرزند عبدالرحمن عرف مصطفٰے سے ہوا تھا۔ ان کے بھی صرف ایک بیٹی ہوئیں۔ جن کا نام ام کلثوم ؓ تھا۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نواسی ام کلثوم کا نکاح مولانا شہیدؒ سے کر دیا تھا۔

اصلاحی کارنامے تحریک اصلاح وتذکیر کے آغاز میں شاہ جہانی مسجد جامع میں آپ نے باطل شکن تقریریں فرمائیں جن میں اصلاحِ عقائد اور حسنِ اعمال کی ترغیب تھی۔ ان تقریروں میں واضح طور پر آپ نے شرک وبدعت اور اور رسومِ مروجہ کی تردید فرمائی۔ ایک تقریر دہلی کی جامع مسجد ہی میں فقیری کے موضوع پر کی۔ جس میں اصل تصوّف و درویشی کی نشاندہی فرمائی اور اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ ان تقریروں سے بہت کچھ فائدہ ہوا اور بگڑے ہوئے ماحول میں اصلاح کی صورتیں پیدا ہوگئیں۔ حاسدوں اور دراندازوں نے آپ کو پریشان کرنا چاہا۔ آپ کے خلاف غلط اور مکروہ پروپگنڈے کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن آپ اپنے اصلاحی کام کو برابر کرتے رہے۔ اور آپ کی حق آمیز پختہ طبیعت پر معاندین کی شورشوں کا کوئی اثر نہیں پڑا ؎

پختہ طبعوں پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر
کوہساروں پر نشانِ نقشِ پا ملتا نہیں (اکبر الٰہ آبادی)

شاہِ وقت (اکبر شاہ ثانی) سے آپ کی شکایت کی گئی۔ اس نے آپ کو طلب کیا۔ آپ اسکے دربار میں پہنچے اور اس کے استفسار کا تسکین بخش جواب دے کر اسے مطمئن کیا۔ ساتھ ہی ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن عن المنکر کا اہم فریضہ بھی اس کے دربار میں ادا کیا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔

اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کا دَور دَورہ تھا۔ حاسدوں نے ریذیڈنٹ کے کان بھرے اور وعظ بند کرانے کی یہ تدبیر کی کہ کئی سو دستخطوں سے ایک عرضی اس کے سامنے حکمِ امتناعی حاصل کرنے کے لیے پیش کر دی۔ ریذیڈنٹ نے حکم بھیج دیا کہ آئندہ مولانا اسمٰعیل صاحب وعظ نہ کہنے پائیں اور ایک حکم نامہ آپ کے پاس بھی بھیج دیا کہ آپ کے وعظ سے چونکہ امن میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے اس لیے روک دیا گیا، "تاکہ حکمِ ثانی آپ عام طور سے وعظ نہیں کہہ سکتے۔" چالیس دن تک آپ کا وعظ بند رہا۔ اس عرصے میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور اسے کوئی روک بھی نہیں سکتا تھا۔ حضرت شہیدؒ کو اپنے وعظ کے بند ہونے کا اس لیے اور بھی قلق تھا

کہ مسلمان پھر اسی شرک و بدعت میں پھنس جائیں گے جس سے انہیں نفرت دلائی ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ریذیڈنٹ نے بالآخر دوسرا حکم کوتوال کے نام بھیجا جس کی رو سے حضرت شہیدؒ کو وعظ کی اجازت حاصل ہوگئی۔

وعظ کی تاثیر

آپ کے وعظ بڑے موثر اور دل نشین ہوتے تھے۔ علاوہ عوام الناس کے بڑے بڑے علماء آپ کے وعظ میں شرکت کرتے تھے۔ آپ زیادہ تر ان برائیوں کو دفع کرنے کے لیے وعظ فرماتے تھے جن میں اس وقت مسلمان مبتلا تھے۔ سیتلا (چیچک) کی پرستش، تعزیہ داری، قبروں پر کلاوے باندھنا، عورتوں کا عورتوں کو بیعت کرنا۔ یہ شرک و بدعات دہلی میں رائج تھیں۔ آپ ان کا پُرزور طریقے پر رَد فرمایا کرتے تھے۔ جامع مسجد دہلی کے حوض پر خوانچے والے خوانچے لگاتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ اسی پر وعظ فرمایا۔ آپ کی کوشش ہی سے مسجد کے اندر دوکانیں لگنی موقوف ہوئیں۔ مورت والے کھلونے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر فروخت ہوتے تھے۔ آپ کی سعی سے ان کی خرید و فروخت بھی ختم ہوگئی۔ رَدِّ بدعات پر خاص زور دیتے تھے۔ سہ شنبہ اور جمعہ کو وعظ ہوتا تھا۔ ان تقریروں کو سننے کے لیے نمازیں اتنی کثیر تعداد ہونے لگی جتنی عیدگاہ میں عید کے لیے ہوا کرتی ہے۔ تقریریں جامع ہوتی تھیں۔ ہر شخص کو اس کے شبہ کا جواب مل جاتا تھا۔ اور ہر عالم و عامی یکساں مستفید ہوتا تھا۔ دہلی کے پنجابی تاجر اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ خرید و فروخت کی کثرت اور نفع کی زیادتی کے باوجود وعظ سے اٹھنے اور دوکان کھولنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

آپ کے وعظ سے متاثر ہو کر ہزاروں آدمی معاصی سے تائب ہوگئے۔ ہزاروں کو حسنِ عمل کی توفیق نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ خانم کے بازار میں ایک طوائف کے یہاں جاکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کیا۔ اس کے یہاں کوئی تقریب تھی جس میں بڑی کثرت سے طوائفیں جمع ہوئی تھیں۔ وہاں پہنچ کر ان کو قہرِ خدا اور عذابِ قبر و آخرت سے ڈرایا۔ اور زنا سے باز رہنے کی تلقین کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ وہ سب کی سب آہ و بکا اور گریہ و زاری سے بے تاب ہوگئیں۔ پھر آپ نے توبہ کے فضائل بیان فرمائے اور توبہ کی ترغیب دی۔ بہت سیوں نے اسی وقت توبہ کی اور آپ نے ان توبہ کرنے والیوں کے نکاح کروا دیئے۔

سفرِ امرتسر

مرزا حیرت کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مولانا شہیدؒ سپاہیانہ بھیس بدل کر عازمِ پنجاب ہوئے پہلے آپ انبالہ پہنچے، اس کے بعد آپ امرتسر روانہ ہوئے۔ یہاں مسلمانوں کے عقائد بھی خراب ہو رہے تھے اور ان کے ساتھ حکمران سکھوں کا سلوک بھی اچھا نہ تھا۔ بہت سی مسجدیں سکھوں کے قبضے میں تھیں اور ان مسجدوں میں گھوڑے بندھتے تھے۔ یا دفتر قائم کیے گئے تھے۔ مسلمان بہو بیٹیوں کی عزّت و آبرو بھی

محفوظ نہ تھی۔ امرتسر کی ایک سرائے میں ایک مسلمان کی داستانِ غم انگیز سُن کر بھی حضرت شہیدؒ بہت متاثر ہوئے تھے۔
مرزا حیرت ہی کا بیان ہے کہ دو برس تک آپ نے پنجاب کی سیر کی۔ اس عرصے میں آپ نے سکھوں کی بولی بھی سیکھ لی تھی۔ ڈوگری، پنجابی بخوبی بولنے اور سمجھنے لگے تھے۔

سیّد صاحبؒ سے بیعت

سیّد صاحبؒ ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۸ء) میں نواب امیر خاں سے علیحدگی اختیار کر کے تیسری مرتبہ جب دہلی تشریف لائے اور اکبر آبادی مسجد میں قیام فرمایا تو لوگوں کا رجوع شروع ہوا۔ مولانا عبدالحیؒ صاحبؒ نے بیعت کی اور شاہ شہیدؒ سے اپنی بیعت کا واقعہ بیان کیا اور آپ کو بھی شوق دلایا۔ شاہ صاحب حاضر ہوئے، نماز پڑھی اور ایک خاص حالت جذب و کیف کے نمودار ہونے کے بعد بیعت کر لی۔

ہنٹر لکھتا ہے:

"سید احمد صاحبؒ کے پہلے دو مرید وہ شخص تھے، جو اپنے لاثانی ضمیری جوہروں اور علمی قابلیتوں میں اپنے وقت کے فردِ اکمل تھے۔ یہ دونوں فردِ اکمل دہلی کے سب سے بڑے حکیم یا فاضل اجل (حضرت شاہ عبدالعزیزؒ) کے کنبے سے تعلق رکھتے تھے۔" (حیاتِ طیبہ بحوالہ ہنٹر)

غلام رسول مہر رقام فرماتے ہیں:

"سیّد صاحبؒ سے بیعت کے بعد زیادہ وقت (آپ کا) انہی کی معیت میں گزرا۔ جہاد کے لیے تبلیغ و تنظیمات کا کام سب سے بڑھ کر انہوں نے انجام دیا۔ سیّد صاحبؒ کے ساتھ حج کیا۔ اس وقت تک ان کی والدہ ماجدہ زندہ تھیں۔ حج کے لیے ساتھ گئیں۔ انہوں نے سیّد صاحبؒ سے بیعت کی۔ وہیں وفات پائی۔ اور جنت المعلّٰی میں دفن ہوئیں۔"

جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ (دوشنبہ۔ ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء) کو رائے بریلی سے سیّد صاحبؒ کے ساتھ وادیٔ ہجرت میں قدم رکھا اور وطنِ عزیز سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر ایک غیر معروف گوشے میں شہادت پائی جسے ان کی اور سیّد صاحبؒ کی شہادت کے باعث ہمیشہ کے لیے ناموری حاصل ہوئی۔ وہ تمام انتظامات میں سیّد صاحبؒ کے مشیرِ خاص تھے۔" (جماعتِ مجاہدین ص ۱۲۲، ۱۲۳)

تبحرِ علمی

نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اتحاف النبلاء میں لکھا ہے: "در علم معقول و منقول یادِ پیشنیاں از خاطر می برد۔" آپ کا تبحرِ علمی معاصرین کے نزدیک مسلم تھا۔ کثرت سے احادیث یاد تھیں۔ فقہ کا

ہر مسئلہ آیات و احادیث سے مستند فرماتے تھے ۔ معقول کی بیشتر کتابوں پر آپ نے حاشیے تحریر کیے ۔

تقریر

آپ کی تقریر بہت ہی شستہ ، مدلّل ، جامع اور اثر انگیز ہوتی تھی ۔ اپنا مافی الضمیر بڑی خوبی سلاست و فصاحت کے ساتھ ادا فرماتے تھے ۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے ۔
" کہ میری تقریر اسمٰعیل نے لے لی اور تحریر رشید الدین نے ۔ "

سادگی

مہر صاحب لکھتے ہیں :

" کسی قسم کے تکلّف کی پرچھائیں بھی ان کے (شاہ صاحبؒ) کے قلب صافی پر نہ پڑی تھی ۔ کھانے پینے ، رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے میں حد درجہ سادہ تھے ۔ سفر حج میں کلکتہ پہنچے تو لباس ایسا پہن رکھا تھا کہ منشی امین الدین کو پہلی نظر میں ان کے شاہ اسمٰعیلؒ ہونے کا یقین نہ آیا ۔ جب معلوم ہوا کہ یہی وہ شخصیّت ہے جس کی ناموری سے ملک کے در و دیوار گونج رہے ہیں تو منشی صاحب یہ سنتے ہی آبدیدہ ہوگئے ۔ " (جماعتِ مجاہدین ص ۱۲۷)

مشہور ہے کہ دورانِ جہاد کبھی کبھی گھوڑے کا کھریرا کرتے ۔ اس حالت میں بھی کوئی شخص دینی یا علمی مسئلہ پوچھنے کے لیے آجاتا تو ساتھ ساتھ جواب دیتے جاتے ۔

مسلک

حضرت مولانا رشید احمد محدّث گنگوہیؒ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ :

" مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ اور حضرت سیّد صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہما کا یہ مشرب تھا کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کے مقابلے میں کسی کے قول پر عمل نہ کرتے اور جہاں حدیث غیر منسوخ نہ ملے تو مذہب حنفی سے بڑھ کر کوئی مذہب محقق نہیں ۔ " (تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ۲۷۰)

تصانیف

من جانب اللہ آپ کے قلبِ حساس کو ایک خاص جذبہ اصلاح و تبلیغ ودیعت کیا گیا تھا ۔ جس کی وجہ سے آپ کو یکسوئی اور گوشہ گیری حاصل نہ ہوئی ۔ چل پھر کر وعظ و تقریر سے مردہ دلوں کو زندہ کیا ۔ علمی میدان میں اپنی کامیاب جدوجہد کا مظاہرہ کیا ۔ سیّد صاحبؒ سے بیعت ہونے کے بعد روحانیت میں ترقی کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احساس بھی ترقی کر گیا ۔ دوآبہ کا طویل سفر کیا ۔ پھر حج کا سفر کیا ۔ اس کے بعد ایک لمبا سفرِ ہجرت درپیش ہوا ۔ بعدہٗ وہ زرین کارنامے سیّد صاحبؒ اور جماعت مجاہدین کی معیت میں ان سے ظہور پذیر ہوئے جن کے بیان کرنے کے لیے مؤرخین کے قلم بے طاقت ثابت ہو رہے ہیں ۔ بہت کچھ لکھنے کے بعد بھی بہت سے گوشے ایسے رہ گئے ہیں جن کو آئندہ تذکرہ نویسوں کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے ۔

اتنے ہجومِ کار اور غلبۂ مشاغل میں آپ تصنیف و تالیف کے لیے اپنے بلند پایہ تبحرِ علمی کے مطابق مستقل طور پر کس طرح وقت نکال سکتے تھے؛ لیکن پھر بھی جو کچھ لکھا ہے اصلاحی نقطۂ نظر سے لکھا ہے اور وقت کے اہم مسائل پر قلم اٹھایا ہے کج فہمی کی کارفرمائیاں نہ ہوں تو آپ کی تالیفات و تصنیفات سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ تصنیفات کے تقدم و تاخر سے واقفیت ہو تو مختلف تصنیفات میں بظاہر جو چند تضاد ہیں ان کو ایک ذہین صاحب علم خود ہی بخوبی حل کر سکتا ہے۔ ان میں کے بعض مسائل سے اختلاف علمی حیثیت سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت مولانا شہید رحؒ کے تمام معارف و حقائق کو ان چند مسائل کی وجہ سے نظر انداز کر دیا جائے۔

آپ کی تصنیفات زیادہ تر وہ ہیں جو سید صاحبؒ سے بیعت کے بعد زیرِ قلم آئی ہیں۔

اب ذیل میں آپ کی تصنیفات اجمالی تعارف کے ساتھ درج کرتا ہوں۔ ان میں سے دو ایک کتابوں پر تھوڑی سی تفصیل بھی ہو گی۔

① "ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح"۔ اس میں نہایت مبصرانہ انداز میں حقیقتِ بدعت کو واضح فرمایا ہے۔ فارسی زبان میں اگرچہ متوسط ضخامت کا رسالہ ہے، لیکن شاہ صاحب کے رسوخِ علمی کا نمونہ ہے۔ ضرورت ہے کہ مستقل طور پر اس پر ایک مقالہ لکھا جائے تاکہ اس رسالے کی افادیت ذہن نشین ہو۔

② "منصبِ امامت"۔ یہ بھی سات آٹھ جز کا رسالہ ہے۔ اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔ اس میں حقیقتِ نبوت، حقیقتِ امامت اور حقیقتِ ولایت کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

③ "عبقات"۔ عربی زبان میں اسرار و معارف سے متعلق ہے۔

④ "تقویت الایمان"۔ اس کے متعلق کچھ ضروری بحث آگے ملاحظہ فرمائیے۔

⑤ "تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین"۔ یہ کتاب دراصل اس اختلاف کو مٹانے کے لیے لکھی گئی ہے جو اس وقت کے علماء میں رفع یدین کے بارے میں برپا تھا۔

اس فروعی اختلافی مسئلے میں اس وقت ایک گروہ دوسرے کو بُرا بھلا کہتا تھا۔ جو شخص رفع یدین کرتا وہ اپنے اس بھائی کو جو رفع یدین نہ کرتا مسلمانی سے خارج جانتا تھا۔ اسی طرح رفع نہ کرنے والا شخص رفع یدین کرنے والے کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا۔ مولانا شہیدؒ نے اس رسالے کے ذریعے اپنی خداداد بصیرت کی رہنمائی سے امتِ مسلمہ کے اس خلفشار کو دور کرنے اور اس غلط شورش اور خطرناک کشمکش کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اس کتاب میں نہ تو احناف پر بے باکانہ اعتراض ہے اور نہ غیر احناف و اہلِ حدیث کی بے جا حمایت۔ اس لیے نہ ان کو

وحشت کرنے کی ضرورت ہے نہ ان کو خوش ہونے کی۔ اس میں جہاں رفع یدین کو ترجیح دی ہے وہاں وضعِ ید تحت الصدور و تحت السرۃ کو مساوی اور ترک الجہر بالتسمیہ کو اولیٰ قرار دیا ہے۔

(۶) اصول فقہ

(۷) منطق میں ایک رسالہ

(۸) "صراطِ مستقیم" (فارسی) درحقیقت یہ کتاب سیدؒ صاحبؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو مولانا شہیدؒ اور مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ کے مرتب کیے ہوئے ہیں۔ اس میں پہلا حصہ مولانا شہیدؒ کا مرتب کیا ہوا ہے۔ حجاز میں بحکم حضرت سیدؒ صاحبؒ مولانا عبدالحئیؒ نے اس کتاب کا عربی ترجمہ کیا تھا۔ یہ کتاب عرب میں بہت مقبول ہوئی۔

(۹) "یک روزی" یہ مختصر رسالہ فارسی زبان میں ہے جو ایک روز میں ایک ہی نشست میں مولانا فضلِ حق خیرآبادی مرحوم کے رسالے کے جواب میں ارقام فرمایا ہے۔ مولانا خیرآبادی نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں پر کچھ اعتراض کیے تھے۔ شاہ صاحبؒ نے ان اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔ یہ رسالہ قابلِ دید ہے۔

مرزا حیرت لکھتے ہیں کہ :

"ان رسائل کے علاوہ آپ کی تصوف میں اور بھی کتابیں ہیں جن میں سے میں بعض کی زیارت کر چکا ہوں اور بعض کو میں نے دیکھا بھی نہیں [۱]" (حیاتِ طیبہ)

مرزا حیرت نے کچھ خطوط شاہ صاحبؒ کے اپنی کتاب میں درج کیے ہیں اور لکھا ہے کہ :

"میرے پاس ان کے خطوط کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا" (حیاتِ طیبہ ص ۲۱۶)

ایک مثنوی سلک نور نام کی آپ کی تصنیف بتائی جاتی ہے جس کا شروع اس طرح ہے :

[۱] مرزا حیرت نے لکھا ہے کہ ہنٹر نے اپنی کتاب میں شاہ صاحب کی ایک کتاب "تذکرۃ الاخوۃ" کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ یہ لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں :

"میں نے ہرچند اس کتاب کو تلاش کیا مجھے نہیں ملی۔ خبر نہیں ڈاکٹر ہنٹر کے ہاتھ یہ کتاب کہاں سے لگ گئی تھی۔"

مرزا حیرت کو خواہ مخواہ حیرت ہوئی۔ ہنٹر نے تذکرۃ الاخوان دیکھ لی ہوگی جس میں متن شاہ صاحب ہی کا ہے اور فوائد محمد سلطان صاحب کے اور وہ اکثر تقویۃ الایمان ہی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ ہنٹر نے اس کتاب کا نام بگاڑ کر شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب کر دیا۔ بھلا اسے زحمت تحقیق برداشت کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔

الٰہی ترا نام کیسا خوب ہے کہ ہر جان کو وہی مطلوب ہے

اسی سے ہے ہر دل کو آرام و چین وہی سب زبانوں کا ہے زیب و زین

اس کے علاوہ چند کتب پر آپکے حاشیے بھی تھے ۔ مولانا رشید الدین خاں دہلوی کے صاحبزادے مولوی سدید الدین خان امین مدرسہ کلکتہ (جن کا ہزار ہا روپے کا کتب خانہ ۱۸۵۷ء میں لوٹا گیا) فرمایا کرتے تھے کہ :

"ہم کو اپنے کتب خانہ کے لوٹے جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہے جس قدر ان حاشیوں کے ضائع ہو جانے کا افسوس ہے جو علمی کتابوں پر مولانا شہیدؒ نے چڑھائے تھے، کیونکہ وہ کتابیں تو پھر مل سکتی ہیں، لیکن ان حاشیوں کا ملنا سراسر محال ہے۔"

مہر صاحب لکھتے ہیں :

"سیدؒ صاحب کے مکاتیب کا بڑا حصہ بھی ان ہی کا لکھوایا ہوا ہے ۔ کچھ منظومات بھی ان سے منسوب ہیں ۔ مثلاً ایک نعتیہ قصیدہ فارسی میں، ایک قصیدہ سیدؒ صاحبؒ کی مدح میں ۔ توحید پر ایک مثنوی فارسی میں موسوم بہ سلک نور اور اسی نام کی ایک مثنوی اُردو میں۔" (جماعتِ مجاہدین ص ۱۲۹)

کیا تقویۃ الایمان حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی کتاب ہے؟

تقویت الایمان پر اہلِ بدعت کے بے شمار حملوں سے متاثر ہو کر یا نہ معلوم کس بنا پر کچھ عرصے سے بعض حضرات کی طرف سے یہ تحقیق پیش کی گئی ہے کہ یہ کتاب شاہ صاحب کی نہیں ہے یا یہ کہ اس کی نسبت مشکوک ہے۔ اس سلسلے میں "التحقیق الجدید علی تصلیف الشہید" مصنفہ مولوی حافظ عبدالشکور صاحب مرزا پوری مرحوم میری نظر سے گزری جو اس موضوع پر غالباً پہلی کتاب ہے۔ مولوی نجم الدین صاحب اصلاحی نے بھی اپنے مرتب کیے ہوئے مکتوبات شیخ الاسلام" جلد دوم کے ایک فٹ نوٹ میں اس تحقیق کی تائید کی ہے۔

اس قسم کی تحریروں سے یقیناً بہت سے دلوں میں اس بارہ میں شک اور خلجان پیدا ہوا ہوگا۔ اس لیے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر تقویۃ الایمان پر کچھ لکھوں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ واقعی حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی تصنیف ہے۔

سب سے پہلے تقویۃ الایمان کے اصل و متن کے بارے میں کچھ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

(باقی آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ العزیز)

قسط : ۴

مضامینِ علمیہ

تحفۂ اصلاحی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنی تفسیر "تدبر القرآن" کے علاوہ اصولِ تفسیر میں "مبادی تدبر تفسیر" اور اصولِ حدیث میں "مبادی تدبرِ حدیث" بھی لکھی ہیں۔ اصلاحی صاحب کے مبادی اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ ع

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

اپنے سلسلہ مبادی میں انہوں نے جو گل افشانیاں کی ہیں وہ مدلل ابطالِ اور احقاقِ حق کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اصلاحِ احوال کا ذریعہ بنائے آمین

متواتر حدیثوں کی مثالیں

نعم حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار نراه مثالا لذلک فانه نقله عن الصحابة رضی الله عنهم العدد الجم وهو فی الصحیحین مروی عن جماعة منهم وذکر ابو بکر البزار الحافظ الجلیل فی مسنده انه رواه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم نحو من اربعین رجلا من الصحابة

ہاں حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار کو ہم متواتر کی مثال پاتے ہیں، کیونکہ اس کو صحابہ کے ایک جمِ غفیر نے نقل کیا ہے اور خود صحیحین ہی میں یہ ان میں سے ایک جماعت سے مروی ہے۔ حافظ جلیل ابوبکر البزار نے اپنی مسند میں ذکر کیا کہ اس کو چالیس صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور بعض حفاظ نے ذکر کیا کہ اس کو باسٹھ صحابہ نے ذکر کیا ہے جن میں سے دس عشرۂ مبشرہ ہیں۔ اور کہا کہ دنیا میں اس

وذکر بعض الحفاظ انه رواه عنه صلی الله علیه وسلم اثنان و ستون نفسا من الصحابة و فیهم عشرة المشهود لهم بالجنة قال ولیس فی الدنیا حدیث اجتمع علی روایته العشرة غیره ولا یعرف حدیث یروی عن اکثر من ستین نفسا عن الصحابة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم الا هذا الحدیث۔ الواحد قلت و بلغ بهم بعض اهل الحدیث۔ اکثر من هذا العدد و فی بعض ذلك عدد التواتر ثم لم یزل عدد رواته فی ازدیاد وهلم جرا علی التوالی والاستمرار۔ والله اعلم ھ

کے علاوہ کوئی حدیث بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی روایت پر عشرہ مبشرہ مجتمع ہوں اور سوائے اس ایک حدیث کے اور کوئی حدیث نہیں جس کو ساٹھ سے زائد صحابہ نے روایت کیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ بعض محدثین نے اس سے زیادہ عدد کو ذکر کیا ہے۔ جس کا کچھ حصہ ہی تواتر کے عدد کو پورا کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے راویوں کی تعداد مسلسل بڑھتی ہی رہی ہے۔ واللہ اعلم۔ اھ

قال الحافظ جلال الدین السیوطی فی تدریب الراوی شرح تقریب النواوی قال ابن الصلاح : رواه اثنان وستون من الصحابة و قال غیره رواه اکثر من مائة نفس و فی شرح مسلم للمصنف رواه نحو مائتین۔ قال العراقی ولیس فی هذا المتن بعینه ولکن فی مطلق الکذب والخاص بهذا المتن روایة بعضة وسبعین صحابیا۔ ثم ذکر اسماءهم واحدا بعد واحد مع الاشارة لمن أخرج حدیثه

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے تقریب نووی پر اپنی شرح تدریب الراوی میں ذکر کیا ہے ابن الصلاح نے کہا کہ اس حدیث (من کذب علی الخ) کو باسٹھ صحابہ نے روایت کیا۔ اوروں نے کہا کہ اس کو سو سے زیادہ نے روایت کیا۔ نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ اس کو تقریبًا دو سو صحابہؓ نے روایت کیا۔ اس پر عراقی نے کہا کہ دو سو نے بعینہٖ اسی متن کو روایت نہیں کیا بلکہ مطلق کذب کو روایت کیا ہے۔ خاص اس متن کو ستر سے زائد صحابہ نے روایت کیا ہے۔ پھر عراقی نے ان کے نام

من الائمة - وقد أورد امثلة للمتواتر اللفظي منها حديث الحوض فانه مروى عن نيف وخمسين من الصحابة و منها حديث نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها فانه مروى عن نحو ثلاثين منهم و منها حديث نزل القران على سبعة أحرف فانه مروى عن سبع و عشرين - وأورد مثالاً للمتواتر المعنوى وهو رفع اليدين في الدعاء فانه قد روى في نحو مائة حديث قال و قد جمعتها في جزء لكنها في قضايا مختلفة فكل قضية منها لم تتواتر لكن القدر المشترك فيها و هو الرفع عند الدعاء تواتر باعتبار المجموع (توجيه النظر ص۴۸-۴۹)

ایک ایک کر کے ذکر کیے اور جن ائمہ نے ان کی حدیث کو ذکر کیا ہے ان کی طرف بھی اشارہ کیا۔ پھر عراقی نے متواتر لفظی کی اور مثالیں ذکر کیں جن میں سے حدیث حوض ہے کہ وہ پچاس سے اُوپر صحابہ سے مروی ہے اور حدیث نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاھا ہے کہ تقریباً تیس صحابہ سے مروی ہے اور حدیث نزل القرآن علی سبعۃ احرف ہے کہ ستائیس صحابہ سے مروی ہے عراقی نے متواتر معنوی کی مثال دعا میں ہاتھ اٹھانے کی دی کہ یہ تقریباً سو حدیثوں میں مذکور ہے۔ کہا کہ میں نے ان احادیث کو ایک جزء میں جمع کیا ہے۔ لیکن یہ مختلف قضایا و معاملات میں ہیں۔ ان میں سے ہر ہر قضیہ و معاملہ تو متواتر نہیں ہے، لیکن ان میں جو قدرِ مشترک ہے یعنی دعا میں ہاتھ اٹھانا مجموعے کے اعتبار سے متواتر ہے۔

بحر العلوم رحمہ اللہ اپنی شرح فواتح الرحموت میں تحریر کرتے ہیں :

المتواتر من الحديث قيل لا يوجد ولعلهم شرطوا عدم الاحصاء أو اختلاف الدين و قال ابن الصلاح من المحدثين لا يوجد الا ان يدعى في حديث من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار فان رواته أزيد من مائة صحابي وفيهم العشرة المبشرة بالجنة رضوان الله تعالى عليهم و قد يقال مراده التواتر

حدیث متواتر کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ موجود نہیں ہے۔ شاید کہ اس قول والوں نے عدمِ احصاء یا عدمِ اختلافِ دین کی شرط عاید کی ہے۔ محدثین میں سے ابن الصلاح نے کہا کہ متواتر حدیث نہیں پائی جاتی الا یہ کہ حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار میں اس کا دعوٰی کیا جائے، کیونکہ اس کے راوی سو سے زیادہ صحابہ ہیں جن میں عشرہ بشرہ بھی داخل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابن الصلاح کی

لفظا ای لم یوجد التواتر اللفظی الا فی ذلک الحدیث والا فحدیث المسح علی الخفین متواتر رواہ سبعون صحابیا قال الحسن البصری و قد عد الرواۃ فی الفتح القدیر۔ وقال الامام الھمام ابو حنیفۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ ما قلت بالمسح علی الخف الا انہ جاء مثل ضوء النہار واخاف الکفر علی من انکرہ۔ وقال الامام احمد بن حنبل لیس فی قلبی من المسح علی الخف شیء ثم فی ھذا التاویل ایضا شیء فانہ قد تواتر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ویل للاعقاب من النار رواہ اثنا عشر صحابیا مقطوعا بعد التھم اکثرھم من اصحاب بیعۃ الرضوان رضی اللہ تعالیٰ عنھم و قد تقدم تواتر لا نورث ما ترکناہ صدقۃ ولعل تاویل قولہ انہ مبالغۃ فی القلۃ

وقیل حدیث انزل القرآن علی سبعۃ احرف متواتر رواہ عشرون من الاصحاب مع کونھم عدولا قطعا۔ و فی تفسیر سبعۃ احرف اختلاف نمکور فی موضعہ۔ وقال ابن الجوزی

مراد تواتر لفظی ہے تو گویا مطلب یہ ہوا کہ تواتر لفظی اس حدیث کے علاوہ میں نہیں ہے، ورنہ تو خفین پر مسح کی حدیث بھی متواتر ہے اور اس کو ستر صحابہ نے روایت کیا ہے۔ یہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے اور فتح القدیر میں راویوں کو شمار بھی کیا گیا ہے۔ امام ہمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میں نے خفین پر مسح کا قول اس وقت نہیں کیا جب تک اس کا ثبوت میرے سامنے دن کی روشنی کی طرح نہیں ہو گیا اور جو اس کا انکار کرے اس پر مجھے کفر کا خوف ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میرے دل میں مسح علی الخف کے بارے کچھ شک نہیں ہے۔ لیکن یہ تاویل بھی محل نظر ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ویل للاعقاب من النار بھی متواتر (لفظی) ہے۔ اس کو بارہ صحابہ نے روایت کیا ہے جن کی عدالت قطعی ہے اور ان میں سے اکثر بیعت رضوان والے ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ علاوہ ازیں لا نورث ما ترکنا صدقۃ کے تواتر کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ لہٰذا ابن الصلاح کے قول کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ انہوں نے قلت میں مبالغہ کو ظاہر کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ حدیث انزل القرآن علی سبعۃ احرف متواتر ہے جس کو بیس صحابہ نے جن کی عدالت قطعی ہے روایت کیا ہے۔ سبع احرف کی تفسیر میں اختلاف ہوا ہے جو اپنے مقام پر مذکور ہے۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ میں نے احادیث متواترہ کو تلاش کیا تو ایک مجموعہ

تتبعت الاحادیث المتواترۃ فبلغت جملۃ منها حدیث الشفاعۃ و حدیث الحساب و حدیث النظر الی اللہ تعالٰی فی الآخرۃ و حدیث غسل الرجلین فی الوضوء رواہ اربعۃ عشر کما بین فی فتح القدیر وغیرہ وحدیث عذاب قبر و رواته کثیرۃ فی الغایۃ و حدیث المسح علی الخفین ولم یرد الحصر فیه فان اعداد الرکعات و ذھاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الی بدر وأحد وسائر الغزوات والاذان والاقامۃ والجماعۃ و فضائل الخلفاء الراشدین وفضل اصحاب بدر بمعنٰی متواترۃ من غیر ریبۃ۔ وسیجی انشاء اللہ تعالٰی حدیث لن تجتمع امتی علی ضلالۃ بمعناہ متواتر وکذا حدیث الحوض والمغفرۃ والشفاعۃ وغیرھا فافھم (فواتح الرحموت جلد ۲ ص ۱۲)

حاصل ہوا جن میں سے حدیث شفاعت اور حدیث حساب اور آخرت میں اللہ تعالٰی کو دیکھنے کی حدیث ہے اسی طرح وضو میں دونوں پاؤں دھونے کی حدیث ہے، جس کو چودہ صحابہؓ نے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں اس کا بیان ہے۔ اسی طرح عذاب قبر کی حدیث ہے اور اس کے راوی تو انتہائی کثرت سے ہیں اور ایسے ہی مسح علی الخفین کی حدیث ہے اور تواتر کا ان میں حصر نہیں ہے، کیونکہ تعداد رکعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدر اور احد اور دیگر غزوات میں جانا اور اذان اور اقامت اور جماعت اور خلفاء راشدین کے فضائل اور اصحاب بدر کی فضیلت سب بلا شبہ متواتر ہیں اور انشاء اللہ آگے آئے گا کہ حدیث لن تجتمع امتی علی ضلالۃ متواتر معنوی ہے۔ ایسے ہی حوض، مغفرت اور شفاعت وغیرہ کی احادیث بھی متواتر معنوی ہیں۔ خوب سمجھ لو۔

مندرجہ بالا حوالجات سے واضح ہوا کہ اخبار متواترہ بہت سے ہیں۔ متواتر لفظی بھی اور متواتر معنوی بھی اور پھر اس کا قول بھی پوری تحقیق کے بعد ہوا ہے۔ محض بلا دلیل اور بلا تحقیق کے نہیں کیا گیا۔ امین احسن اصلاحی صاحب خود ہی دیکھ لیں کہ ان کے راوی فقط ایک ایک یا دو دو نہیں ہیں، بلکہ بارہ چودہ بیس ستّر اور ستّر سے بھی اوپر صحابہ ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النّار کو روایت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفصیل نقل کر دی جائے۔

علامہ عراقی مقدمہ ابن الصلاح پر اپنی نکت مسمی بالتقیید والایضاح میں لکھتے ہیں:

"قد جمع الرقه ابو القاسم الطبرانی ومن المتاخرین الحافظ ابو الحجاج یوسف بن خلیل فی جزئین فزاد فیه علی ھذا العدد - وقد رأیت عدد من روی حدیثه من الصحابۃ ھٰکذا وھم

یزیدون علی السبعین مرتبین الحروف وھم۔ (ترجمہ : اس حدیث کے طرق کو ابو قاسم طبرانی اور متاخرین میں سے حافظ ابو حجاج یوسف بن خلیل نے دو جزوں میں ذکر کیا ہے حافظ یوسف بن خلیل نے اس میں مزید اضافہ بھی کیا۔ میں نے اس حدیث کو روایت کرنے والے صحابہ کو دیکھا تو وہ ستر سے زائد ہیں جن کے نام حروفِ تہجّی کی ترتیب پر یہ ہیں :

اسامۃ بن زید وانس بن مالک و آوس بن آوس وبراء بن عازب و بریدۃ بن الحصیب و جابر بن حابس و جابر بن عبداللہ و حذیفہ بن اسید و حذیفہ بن الیمان وخالد بن عرفطہ و رافع بن خدیج و زبیر بن العوام وزید بن ارقم وزید بن ثابت والسائب بن یزید وسعد بن المدحاش و سعد بن ابی وقاص وسعید بن زید و سفینۃ وسلمان بن خالد الخزاعی وسلمان الفارسی وسلمان بن الاکوع وصہیب بن سنان وطلحۃ بن عبید اللہ وعبداللہ بن ابی آوفی وعبداللہ بن زبیر وعبداللہ بن زغب (وقیل انہ لاصحبۃ لہ) عبداللہ ابن عباس وعبداللہ بن عمرو عبداللہ بن مسعود و عبدالرحمٰن بن عوف و عتبۃ بن غزوان وعثمان بن عفان والعرس بن عمیرہ و عفان بن حبیب وعقبۃ بن عامر وعلی بن ابی طالب وعمار بن یاسر وعمر بن الخطاب وعمران بن حصین وعمرو بن حریث وعمرو بن عنبسۃ وعمرو بن عوف وعمرو بن مرۃ الجہنی و قیس بن سعد بن عبادۃ وکعب بن قطنۃ ومعاذ بن جبل ومعاویہ بن حیدۃ و معاویہ بن ابی سفیان والمغیرۃ بن شعبۃ و المنقع التیمی ونبیط بن شریط ووائلۃ بن الاسقع ویزید بن اسد ویعلی بن مرۃ وابو امامۃ وابوبکر الصدیق وابوالحمراء و ابوذر وابو رافع وابو رمثۃ وابو سعید الخدری وابو عبیدۃ بن الجراح وابو قتادۃ وابو قرصافۃ وابو کبشۃ الانماری وابو موسیٰ الاشعری وابو موسیٰ الغافقی وابو میمون الکردی وابو ہریرۃ وابو العشراء الدارمی عن ابیہ وابو مالک الاشجعی عن ابیہ وعائشہ وام ایمن۔

فھولاء خمسۃ وسبعون نفسا یصح من نحو حدیث نحو عشرین منھم اتفق الشیخان علی اخراج احادیث اربعۃ منھم وانفرد البخاری بثلاثۃ ومسلم بواحد وانما یصح من حدیث خمسۃ من العشرۃ والباقی اسانیدھا ضعیفۃ (ص ۲۷۱، ۲۷۲ التقیید والایضاح)

ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں مسح علی الخفین کی حدیث روایت کرنے والے بعض صحابہ کو یوں شمار کیا :

"و ممن روی المسح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر وعلی وابن مسعود وابن عباس وسعد والمغیرۃ وابو موسیٰ الاشعری و عمرو بن العاص وابو ایوب وابو امامۃ و سھل بن سعد وجابر بن عبداللہ وابو سعید وبلال وصفوان بن عسال وعبداللہ بن الحارث بن جزء و سلمان وثوبان

وعبادة بن الصامت و يعلى بن مرة واسامة بن زيد وعمرو بن أمية الضمري و بريدة وابو هريرة وعائشة رضوان الله عليهم اجمعين." (باب المسح على الخفين : فتح القدير)

امین احسن اصلاحی صاحب کے حدیث مشہور کے بارے میں اعتراض کا جواب :

جو بات یہاں قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ اصطلاح میں خبر مشہور کے کئی معنی ہیں جو درج ذیل ہیں :

(ا) هو ما كان من الآحاد في الاصل اى في القرن الاول و هو قرن الصحابة ثم انتشر حتى ينقله قوم لا يتوهم تواطؤهم على الكذب و هو القرن الثانى و من بعدهم يعنى قرن التابعين و تبع تابعين۔

(ا) جو قرن اول یعنی قرن صحابہ میں تو آحاد میں سے ہو، پھر تابعین اور تبع تابعین کے دَور میں اس کے اتنے راوی ہو جائیں کہ ان کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کا توہم نہ کیا جاسکے۔ (نور الانوار)

(ب) ماله طرق محصورة باكثر من اثنين و لم يبلغ حد التواتر ۔ (مقدمہ اعلاء السنن)

(ب) وہ خبر جس کے طرق محصور ہوں اور دو سے زائد ہوں، لیکن حدِ تواتر کو نہ پہنچے ہوں۔

(ج) الاحاديث التى اشتهرت على السنة الناس سواء أكانت صحيحة أم ضعيفة أم مكذوبة (شرح الفية السيوطى ۔ احمد محمد شاکر)

(ج) وہ احادیث جو لوگوں کی زبان پر شہرت پا جائیں خواہ وہ فی نفسہ صحیح ہوں یا ضعیف ہوں یا جھوٹ ہوں۔

ما اشتهر على الالسنة مطلقا اى وان لم يكن له اسناد واحد (مقدمہ اعلاء السنن)

جو لوگوں کی زبان پر مطلقاً شہرت پا جائیں، اگرچہ ان کی ایک سَند بھی نہ ہو۔

(۴) متواتر : جب یہ معلوم ہوگیا کہ خبر مشہور کا اطلاق ان چار معانی پر ہوتا ہے تو اب امین احسن اصلاحی کی اس عبارت پر نظر فرمایئے " بسا اوقات ایک حدیث کو خبر مشہور کا درجہ دے دیا جاتا ہے، لیکن تحقیق پر معلوم ہوتا ہے کہ تین ادوار تک اس کے راوی ایک ایک دو دو ہیں جبکہ تیسرے یا چوتھے دَور میں اس کے راوی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ صاف معلوم ہو جائے گا کہ اصلاحی صاحب یہاں بھی غلطی کر گئے ہیں۔ اگر کسی نے ایسی حدیث کو مشہور ہی کہا ہے تو اس میں دوسرے اور تیسرے معنی کا امکان ہے، لہذا اس پر کوئی اعتراض مناسب نہیں ہے۔

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

قارئین محترم رمضان اور قرآن کی مناسبت سے اس بار پھر ہم آپ کے سامنے قرآن سے متعلق کچھ باتیں پیش کریں گے۔

کتاب و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ان کے زمانہ کے حالات کے مطابق معجزہ عطا فرمایا تھا، چونکہ جناب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں میں فصاحت و بلاغت کا دور دورہ تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا معجزہ (قرآنِ پاک) دیا گیا جس نے عربوں کی فصاحت و بلاغت، ان کی سخن دانی اور زبان آوری کو ماند کر کے رکھ دیا۔

وہ عرب جو انتہائی قادر الکلام اور فی البدیہہ شعر گوئی کے عادی تھے اس کلام معجز النظام کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مقابلہ کرنے پر بھی قادر نہ ہوئے اور اس کے مثل بنا کر لانے سے عاجز رہ گئے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ بہت سے نامور شعراء نے قرآنِ پاک کو سن کر شعر گوئی ترک کر دی تھی۔

دورِ جاہلیت میں دستور تھا کہ اہلِ عرب سالانہ محفلِ مشاعرہ منعقد کرتے تھے جس میں مختلف قبائل کے شعراء اپنے اپنے قصیدے سنایا کرتے تھے۔ جس شاعر کا قصیدہ بہت زیادہ فصیح و بلیغ سمجھا جاتا تھا اس کو کعبۃ اللہ پر لٹکا دیا جاتا تھا جو گویا اس بات کی علامت ہوتا تھا کہ اس جیسا قصیدہ کوئی اور نہیں کہہ سکتا کعبۃ اللہ پر لٹکائے جانے والے قصیدوں میں سے آج بھی ہمارے پاس سات قصیدے محفوظ ہیں۔ جنھیں "اَلْمُعَلَّقَاتُ السَّبْعُ" کہا جاتا ہے جو مدارس عربیہ کے نصاب درس میں شامل ہیں۔ ان سات قصائد میں سے ایک قصیدہ حضرت لبید بن ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔

حضرت لبید بن ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ

حضرت لبید بن ربیعہؓ معمّر ترین صحابہ کرام میں سے ہیں۔ کم و بیش ایک سو ستاون برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ آپ نے دورِ

جاہلیت بھی پایا ہے اور دورِ اسلام بھی ۔ جب اسلام قبول کیا تو شعر گوئی چھوڑ دی اور اس کی جگہ قرآن پاک حفظ کیا اور اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا " اَنْشِدْنِیْ شَیْئًا مِّنْ شِعْرِکَ " ربیعہؓ اپنے کچھ تازہ اشعار تو سناؤ۔ آپ نے عرض کیا " مَا کُنْتُ لَا قُوْلُ شِعْرًا بَعْدَ اَنْ عَلَّمَنِیَ اللّٰہُ الْبَقَرَۃَ وَاٰلَ عِمْرَانَ " ۔ جبکہ مجھے خدا تعالیٰ نے سورۂ بقرہ اور آلِ عمران پڑھنے کی توفیق دے دی تو اب مجھے شعر گوئی کیونکر زیب دے سکتی ہے ۔؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے اس جواب سے خوش ہوئے اور آپ کے دو ہزار درہم کے وظیفہ میں پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا[۱]

حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تعریف فرمائی ہے ۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ ، اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ "[۲]

سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے لبید کا یہ کلام ہے اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ ، یعنی آگاہ و خبردار رہو کہ اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے ۔

حضرت مُلّا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (م ۔ ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت لبیدؓ کا پورا کلام یہ ہے ؎

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ   وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ
نَعِیْمُکَ فِی الدُّنْیَا غُرُوْرٌ وَّحَسْرَۃٌ   وَعَیْشُکَ فِی الدُّنْیَا مُحَالٌ وَّبَاطِلٌ

آگاہ و خبردار رہو کہ اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے اور دنیا کی ہر لذّت و راحت بالآخر ختم ہونے والی ہے ۔

تیرا دنیا میں راحت و آرام پانا ایک دھوکہ اور حسرت ہے اور دنیا میں تیری عیش و عشرت محال اور باطل ہے

ابن مُقفع

" ابن مقفع اپنے وقت کا ایک بڑا بلند پایہ ادیب گزرا ہے ۔ اس نے دعویٰ کیا کہ قرآن بے شک فصاحت و بلاغت کی انتہا پر ہے ، لیکن میں اسی طرز کا کلام لکھ سکتا ہوں اس نے اپنی کافی عمر اسی خیالِ خام میں ضائع کی اور اپنے خیال میں کچھ اس طرح لکھا بھی ۔ ایک روز اسے ایک مکتب

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۱ [۲] بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۰۹ [۳] مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۹ ص ۱۳۳

کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک لڑکا سورۂ ہود کی یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

"وَقِیْلَ یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ "۔

(اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور سکھا دیا گیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا دُور ہو قوم ظالم۔)

اِبنِ مقنع سنتے ہی حیرت زدہ اور مدہوش ہوگیا اور گھر آکر سب اپنے لکھے کو مٹا دیا اور قسم کھا کر کہا کہ اس کلام کا کوئی معارضہ نہیں کر سکتا اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں[1]"

علامہ سلیمان الجمل رحمہ اللہ (م ۔ ۱۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

"ھٰذہ الاٰیۃ ابلغ آیۃ فی القرآن لاحتوائہا علی احد وعشرین نوعا من انواع البدیع والحال ان کلماتہا تسعۃ عشر[2]"

یہ آیت کریمہ قرآنِ پاک کی انتہائی بلیغ آیت ہے کیونکہ یہ فن بدیع کی ۲۱ اقسام پر مشتمل ہے جبکہ اس آیت کے کل کلمات صرف ۱۹ ہیں۔

جی چاہتا ہے کہ قارئین کے سامنے قرآنِ پاک کی چند دیگر آیاتِ مبارکہ جو فصاحت و بلاغت سے معمور اور اسرار معانی سے مملو ہیں وہ پیش کی جائیں تاکہ انہیں عظمتِ قرآن کا آنکھوں سے مشاہدہ ہو۔

ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ (۵ : ۶)

اے ایمان والو جب تم اُٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤں

---

[1] آثار التنزیل ص ۲۵۶ [2] حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۲ ص ۴۰۰

ٹخنوں تک اور تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم میں آیا ہے جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند رح)

شیخ الاسلام ابوبکر بن علی بن محمد بن الحدّاد یمنی رحمہ اللہ (م ۸۰۰ھ) اس آیت کریمہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"من اسرارها انها تشتمل علی سبعة فصول کلها مثنیٰ طهارتان الوضوء والغسل، و مطهران الماء والصعید وحکمان الغسل والمسح و موجبان الحدث والجنابة والمبیحان المرض والسفر، وکذا اتیان الغائط والملامسة وکرامتان تطهیر الذنوب و اتمام النعمة واتمامها موته شهیدا قال علیه الصلوٰة والسلام من داوم علی الوضوٴ مات شهیدا۔"[1]

اس آیت مبارکہ کے اسرار و حکم میں سے یہ چیز ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں سات فصلیں ہیں اور ہر فصل دو چیزوں پر مشتمل ہے (۱) اس میں دو طہارتوں کا ذکر ہے۔ (طہارۃ صغریٰ) وضوء اور (طہارۃ کبریٰ) غسل (۲) دو پاک کرنے والی چیزوں کا تذکرہ ہے پانی اور مٹی (۳) دو حکم مذکور ہیں دھونے اور مسح کرنے کا (۴) دو طہارۃ کو واجب کرنے والی چیزوں کا تذکرہ ہے حدث یعنی بے وضو ہونا اور جنابت یعنی بے غسل ہونا۔ (۵) دو مباح کرنے والی چیزوں کا ذکر ہے مرض اور سفر۔ (۶) بول و براز سے فراغت اور صحبت (۷) دو کرامتیں مذکور ہیں گناہوں کی تطہیر اور نعمت کا اتمام اور اتمام نعمت بندہ کا شہادت کی موت مرنا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو ہمیشہ باوضو رہتا ہے وہ شہادت کی موت مرتا ہے۔

(۲) حَتّٰٓی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ لا قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰٓاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ج لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ لا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ (۲۵ : ۱۸)

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ ج : ۱ ص ۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان۔

یہاں تک کہ جب پہنچے چیونٹیوں کے میدان پر کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنے گھروں میں نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

شیخ احمد الصاوی المالکی رحمہ اللہ (م۔ ۱۲۴۱) اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"اشتمل هذه القول على احد عشر نوعًا من البلاغة اولها النداء بياء ثانيها لفظاى ثالثها التنبيه رابعها التسمية بقولها النمل خامسها الامر بقولها ادخلوا سادسها التنصيص بقولها مساكنكم سابعها التحذير بقولها لا يحطمنكم ثامنها التخصيص بقولها سليمان تاسعها التعميم بقولها وجنوده عاشرها الاشارة بقولها وهم حادى عشرها العذر بقولها لا يشعرون[1]"

چیونٹی کا یہ کلام یٰٓاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ (الآیۃ) بلاغت کی گیارہ قسموں پر مشتمل ہے (۱) حرفِ یا سے ندا، (۲) لفظ ایٌ کا استعمال (۳) ھا، تنبیہ کا ذکر (۴) چیونٹی کا باقاعدہ نام لے کر یعنی یٰٓاَیُّھَا النَّمْلُ کہہ کر خطاب کرنا (۵) چیونٹی کا اُدْخُلُوْا کہہ کر حکم دینا (۶) چیونٹی کا مَسٰکِنَکُمْ کہہ کر باقاعدہ داخل ہونے کی جگہ کی صراحت کرنا۔ (۷) چیونٹی کا دوسری چیونٹیوں کو لَا یَحْطِمَنَّکُمْ کہہ کر ڈرانا (۸) چیونٹی کا پہلے سلیمٰن کہہ کر تخصیص کرنا (۹) پھر وَجُنُوْدُہٗ کہہ کر تعمیم کرنا (۱۰) چیونٹی کا ھُمْ سے اشارہ کرنا (۱۱) چیونٹی کا حضرت سلیمان اور ان کے لشکر کی طرف سے لَا یَشْعُرُوْنَ کہہ کر عذر پیش کرنا۔

(۳) وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْہِ فَاَلْقِیْہِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلاتی رہ۔ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اس کا تو ڈال دے اس کو دریا میں اور نہ خطرہ کر اور نہ غمگین ہو۔ ہم پھر پہنچا دیں گے اس کو تیری طرف اور کریں گے اس کو رسولوں سے۔ (۲۸ : ۷)

---

[1] حاشیہ العلامۃ الصاوی ج ۳ ص ۱۹۰

(بقیہ بر ص ۶۳)

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : سیرت حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اوّل ، دوم

مصنّف : مولانا محمد نافع

صفحات : ١٠٦٠

سائز : ٣٦ × ٢٣ / ١٦

ناشر : تخلیقات لاہور

قیمت : ٥٠٠ روپے

علمی میدان میں حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کے قلم حقیقت رقم سے متعدد شاہکار کتابیں نکل کر علماء و عوام سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ حال ہی میں آپ نے کاتبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلیل القدر صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر دو ضخیم جلدوں میں کتاب مرتب فرمائی ہے۔ یہی کتاب اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اس کتاب کی جلد اوّل میں تفصیل کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ جلد دوم میں آپ پر کیے جانے والے تقریباً اکتالیس اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

مولانا موصوف نے جلد اوّل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

دورِ اوّل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت سے لے کر عہدِ رسالت کے اختتام تک کے حالات ہیں۔

دورِ دوم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کے حالات ہیں۔

دورِ سوم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کے زمانے تک کے حالات ہیں۔

دورِ چہارم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اپنے دورِ خلافت کے حالات ہیں۔

دورِ چہارم بارہ فصلوں پر مشتمل ہے جن میں سے ہر فصل میں حضرت معاویہؓ کی شخصیّت سے متعلق بیش قیمت معلومات درج ہیں۔ شروع کتاب میں ایک انتہائی وقیع مقدمہ ہے جس میں کتاب و سنت کی روشنی میں مقامِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو واضح کیا گیا ہے۔

مولانا موصوف نے اپنی دیگر کتب کی طرح اس کتاب میں بھی مناظرانہ رنگ سے ہٹ کر ناصحانہ طرز کو اپناتے ہوئے اکابر علماءِ اہلِ سُنّت کی تحریرات کو پیش کیا ہے۔ آپ کی سنجیدہ، متین اور منصفانہ تحریر سے نہ صرف کاتبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیّت نکھر کر سامنے آئی ہے بلکہ آپ کی شخصیت پر جو سبائی غبار کے دھند لکے تھے وہ بھی صاف ہو گئے ہیں۔

مزید خوبی یہ ہے کہ مولانا کی اس کتاب سے جہاں روافض و خوارج کی بیخ کنی ہوتی ہے وہیں نواصب کا قلع قمع بھی ہوتا ہے۔

غرضیکہ مولانا موصوف کی یہ کاوش اس سلسلہ کی ایک انتہائی سنجیدہ کاوش ہے۔ جسے پڑھ کر بہت سے غلط فہمیوں کا شکار لوگ اپنے خیالات درست کر سکتے ہیں اور بہت سے گم کردہ راہوں کو راہِ ہدایت مل سکتی ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرا لجزاء

عمدہ کتابت وطباعت اور خوبصورت لیمینیشن جلد کے ساتھ یہ کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

نام کتاب : اقوالِ صوفیاء

مرتب : مولانا عبد الباطن

صفحات : ۹۶

ناشر : ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان

قیمت : درج نہیں

زیرِ تبصرہ کتاب "اقوالِ صوفیا" مولانا عبد الباطن صاحب کی تالیف ہے جس میں آپ نے ایک سو سے

زائد مشہور صوفیائے کرام کے مختصر مگر جامع اقوال کو اکٹھا کیا ہے جو انسان کی فلاح وبہبود اور رشد و ہدایت کا ایک بہترین ذریعہ ہیں۔ شروع میں ان اقوال کے مآخذ کو ذکر کر دیا گیا ہے۔ قارئین اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

نام کتاب : میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف : مولانا محمّد یوسف قریشی

صفحات : ۷۲

ناشر : مؤتمر المؤلفین جامعہ اشرفیہ عیدگاہ پشاور۔

قیمت : ۲۰ روپے

زیرِ نظر کتاب میں مولانا محمد یوسف صاحب کی بعض تقاریر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہیں انہیں یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے۔ کتابت اور کاغذ بہت معمولی ہے۔ آئندہ ایڈیشن میں اسے عمدہ کر کے شائع کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

(بقیہ : حاصل مطالعہ)

اس آیت کی تفسیر میں شیخ احمد الصاوی تحریر فرماتے ہیں :

"وقد اشتملت ھذہ الآیۃ علی امرین وھما اَرْضِعِیْهِ وَاَلْقِیْهِ ونھیین وھما لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ وخبرین وبشارتین وھما اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ، فھما خبران تضمنا بشارتین" [1]

اس آیت مبارکہ میں دو امر ہیں (۱) ارضعیہ (۲) القیہ دو نہی ہیں (۱) لاتخافی (۲) لا تحزنی۔ دو خبریں ہیں (۱) انا رادوہ الیک (۲) جاعلوہ من المرسلین۔ دو بشارتیں ہیں۔ یہ بشارتیں انہی دو خبروں کے ضمن میں ہیں۔

قارئینِ محترم! ہم نے صرف نمونے کے طور پر یہ چند آیات پیش کی ہیں۔ ان سے اس کلام معجز النظام کی عظمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] حاشیہ العلامۃ الصاوی علی الجلالین ج ۳ ص ۲۰۹